تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

20

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

20 تا 26 شوال المکرم 1442ھ / یکم تا 7 جون 2021ء

حل کیا ہے؟

ہمارے ہاں کچھ لوگ جمہوریت کو ہمارے تمام مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ میری رائے میں پاکستان کی بقا صرف اور صرف اسلامی انقلاب میں ہے۔ البتہ جب تک کوئی انقلاب نہیں آتا، جمہوریت ہونی چاہیے، ورنہ چھوٹے صوبوں کے اندر احساس محرومی بڑھے گا۔ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ہو، جمہوری حقوق حاصل ہوں، مطالبوں کے لیے جلسے کریں، جلوس نکالیں تو غبار اندر سے نکل جاتا ہے، بھڑاس نکل جاتی ہے، ورنہ لاوا اندر ہی اندر پک کر پھٹ پڑتا ہے۔ البتہ ہمارے لیے پناہ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کریں۔ کسی بلند تر مقصد کے لیے انسان چھوٹے مفادات کی قربانی دے دیتا ہے۔ جب کوئی مقصد سامنے نہ ہو تو پھر مفادات اور مصلحتیں ہی رہ جاتی ہیں اور ان میں ٹکراؤ تو ہوتا ہی ہے۔ ہماری محرومی ہے کہ ہم اسلام کی طرف سوچنے کو تیار ہی نہیں۔ خدارا سوچیے! وہ مقصد کہاں ہے جس کے لیے پاکستان بنایا تھا؟ نوجوان نسل سوال کرتی ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا؟ جو ماحول بھارت میں ہے وہی یہاں ہے۔ بینکنگ کا وہی نظام وہاں بھی ہے جو یہاں ہے۔ وہی ملٹی نیشنل تنظیمیں وہاں بھی ہیں یہاں بھی ہیں۔ مسجدیں وہاں بھی ہیں یہاں بھی ہیں۔ پھر آخر کیوں اتنی جانیں دے کر اور عصمتیں لٹا کر پاکستان بنوایا؟ میرے نزدیک ہمارے مسائل کا حل صرف توبہ میں ہے۔ انفرادی توبہ یہ ہے کہ اپنے کردار سے خلافِ شریعت کاموں کو نکال دیا جائے۔ دوسری ہے اجتماعی توبہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجائے گی اور قوم حضرت یونس علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرمالے گا۔ قوم یونسؑ پر عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے لیکن انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا۔

”بصائر: اخباری کالموں کا مجموعہ“
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

گوند کا تالاب
امت مسلمہ کے موجودہ حالات اور.....
اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام
حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا
ایمان واستقامت کا راز
تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (938)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مقبول اور مردود لوگوں کا انجام

سُورۃُ النُّور | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:56 ، 7

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۵۷﴾

آیت:۵۶ ﴿وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾﴾ ’’اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو‘ اور رسولؐ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

اگر تم دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم بھی اُن ہی مقبول بندوں کا طریقہ اختیار کرو۔ وہ طریقہ ہے نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور پوری زندگی اللہ اور رسولؐ کے احکام پر چلنا۔

آیت:۵۷ ﴿لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ﴾ ’’ان کافروں کی نسبت یہ گمان نہ کرو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے۔‘‘

ان کے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ یہ زمین میں اللہ کے قابو سے باہر نکل جائیں گے۔

﴿وَمَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۵۷﴾﴾ ’’اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے‘ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔‘‘

یہاں نیک بندوں کے مقابلے میں مردود و مغضوب لوگوں کا انجام بتلایا ہے۔ یعنی جب نیک لوگوں کو ملک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کی جاتی ہے اور کافروں و بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں اللہ کے حکم اور ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ مردود لوگ دنیا میں اِدھر اُدھر جتنا مرضی بھاگتے پھریں وہ اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچ سکتے یقیناً اُن کو دوزخ کا عذاب چکنا ہی پڑے گا۔

فرمان نبویؐ

فکرِ آخرت کی اہمیت

عَن اَنَسِ بنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَن کَانَتِ الْاٰخِرَۃُ ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِی قَلْبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمْلَہٗ وَأَتَتْہُ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ وَمَن کَانَتِ الدُّنْیَا ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَفَرَّقَ عَلَیْہِ شَمْلَہٗ وَلَمْ یَأْتِہٖ مِنَ الدُّنْیَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَہٗ)) (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل لونڈی بن کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کے مجتمع کاموں کو منتشر کر دیتا ہے اور دنیا میں اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے لیے مقدر ہے۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 شوال 1442ھ جلد 30
یکم تا 7 جون 2021ء شمارہ 20

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-------------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

گوند کا تالاب

کِبر ایک بیماری ہے جس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ امریکہ اِس بیماری کی بدترین قسم میں مبتلا ہے۔ میدانِ جنگ میں شکست سے دوچار ہونے کے بعد امریکہ اصرار کرتا ہے کہ اُسے مذاکرات کی میز پر فاتح کی حیثیت سے بیٹھنا ہے۔ افغانستان سے اپنے انخلاء کی تاریخ 11 ستمبر مقرر کر کے گویا اپنی ذلت آمیز شکست کو فتح ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اُس نے نائن الیون کا بدلہ لے لیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر کیے گئے وعدوں سے انحراف کرتا ہے اور عہد شکنی کا مرتکب ہوتا ہے تو چاہتا ہے کہ اِسے میرا حق سمجھا جائے اور دوسرے اِس ناپسندیدہ عمل کی تاویلات تلاش کریں۔ امریکہ دوسرے ممالک اور اقوام کے خلاف بلاجواز جارحیت کا ارتکاب کرے تو اُسے قیامِ امن کا عمل قرار دیا جائے اور جارحیت کا شکار ملک اگر اپنے دفاع میں ہتھیار اُٹھائے تو اُسے دہشت گردی قرار دیا جائے۔ وہ ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم قرار دے تو سب کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لینا چاہیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عارضی طور پر ایسا ہو جاتا ہے انہونی اور ناممکن بات نہیں ہے لیکن ذلت، رسوائی، بدترین زوال اور پسپائی بہرحال اِس تکبر کا مقدر ہوتا ہے۔

سوویت یونین کے انہدام کے بعد بیسویں صدی کے آخری ایام میں بُش سینئر نے نیو ورلڈ آرڈر اور امریکہ کی عالمی شہنشاہیت کا اعلان کر دیا۔ دنیا Unipolar ہو گئی۔ امریکہ سپریم پاور آف دی ورلڈ کی حیثیت سے سامنے آیا۔ لیکن اکیسویں صدی کے آغاز ہی سے اِس سفید ہاتھی کے پاؤں کو چیونٹیاں کاٹنے لگیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ بات بڑھتی چلی گئی۔ ہاتھی کی نخوت میں تو کوئی کمی واقع نہ ہوئی، لیکن اب کبھی کبھی اِس کی سونڈ بھی نشانے پر ہوتی۔ آج ایشیا میں بہت سی جگہوں سے زمین اُس کے پاؤں تلے سے کھینچ لی گئی ہے۔ بہرحال امریکہ ہر انداز میں اور ہر لحاظ سے ایک بڑا جثہ رکھتا ہے۔ ہرگز یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ قلیل مدت میں زمین بوس ہو جائے گا۔ تاریخ کا کہنا یہ ہے کہ امریکہ جیسی زبردست، زور آور اور بے حد و حساب وسائل کی مالک سپر قوت ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی حقیقت ہے کہ صاحبِ نظر لوگ محسوس کرتے ہیں کہ جتنی جلد زوال کا آغاز امریکہ جیسی سپریم پاور کا ہوا ہے تاریخِ انسانی میں شاید کسی اور سپر پاور کا نہیں ہوا۔

ہم سمجھتے ہیں 2001ء میں افغانستان پر امریکہ کے حملے سے اُس کے زوال کا آغاز ہوا۔ لہٰذا ہم اِن سطور میں امریکہ کے افغانستان پر حملے کرنے کے مقاصد کیا تھے اور اِس جنگ میں اُس نے کیا کھویا کیا پایا عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری رائے میں افغانستان پر حملے کا اوّلین اور اہم ترین مقصد یہ تھا کہ یہ جو ایک نظریاتی اسلامی ریاست قائم ہونا شروع ہو گئی ہے اور اِس کے ثمرات افغانیوں کو ملنا شروع ہو گئے ہیں، اگر یہ عادلانہ نظام افغانستان میں بلا روک ٹوک قائم ہو گیا تو دوسرے اسلامی ممالک بھی متاثر ہوں گے۔ وہاں کے عوام بھی اِس نظام کا مطالبہ کریں گے۔ یاد رہے کہ امریکہ کی معاشی اور عسکری طاقت کی

بنیاد سرمایہ دارانہ نظام ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ یہ نظام امریکہ کی بنیاد بھی اور چھت بھی ہے جس نے ہر سمت سے امریکہ کو محفوظ کر رکھا ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ اسلامی نظام سرمایہ دارانہ نظام پر تیشہ بن کر گر سکتا ہے۔

پاکستان کا ایٹمی پروگرام بھی ایک بڑا مسئلہ تھا۔ بقول حمید گل مرحوم ''نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ''۔ بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ اُن کا تجزیہ بالکل درست تھا اگرچہ امریکہ اِس میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حالات کا جبر تھا کہ امریکہ پاکستان کو ایٹمی قوت بننے سے روک نہ سکا۔ لیکن سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد امریکہ نے سمجھا کہ اُسے اب پاکستان کی کیا ضرورت ہے، لہٰذا پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کے خلاف پروپیگنڈا پوری قوت سے شروع کر دیا گیا، یعنی امریکہ اور یورپ کا ایٹم بم عیسائی بم نہیں تھا، نہ بھارت کا ایٹم بم ہندو بم تھا، لیکن پاکستان کے بم کو اسلامی بم قرار دے دیا گیا۔ امریکہ سمجھتا تھا کہ پاکستان سے جغرافیائی لحاظ سے اتنی دور رہ کر اُس کی ایٹمی صلاحیت کو نقصان پہنچانا مشکل ہوگا لہٰذا پاکستان کی بغل یعنی افغانستان میں آ گیا۔ ہیلری کلنٹن آن ریکارڈ ہے کہ ہم ایک ایسی برق رفتار فورس قائم کر رہے تھے جو آناً فاناً پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو دبوچ لے گی لہٰذا امریکہ کا افغانستان میں موجود ہونا ناگزیر ہے۔ اِس سے پہلے اسرائیل بھارت کی سرزمین سے کہوٹہ پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکا تھا۔

امریکہ نے سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں کو اِس لیے اپنے کنٹرول میں لیا تھا کہ وہاں تیل تھا جو دنیا اور خاص طور پر امریکہ کی ضرورت تھی۔ لیکن ایک دن وہاں تیل کو ختم ہونا تھا لہٰذا متبادل انتظامات کی ضرورت تھی۔ وسطی ایشیا کے بارے میں اطلاعات تھیں کہ وہاں زیرِ زمین اِس دولت کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ افغانستان میں موجود رہ کر وسطی ایشیا پر کنٹرول حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ علاوہ ازیں سٹرٹیجک نقطۂ نظر سے بھی وسطی ایشیا کی بڑی اہمیت ہے لہٰذا افغانستان پر قابض ہونے یا اُسے کنٹرول میں لینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

"Last But not the Least" کے مصداق ایک مقصد یہ بھی تھا کہ چین کا گھیراؤ کیا جائے۔ جب سینئر بش کے دور میں امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر اور اپنی عالمی شہنشاہیت کا اعلان کیا تھا تو اُس وقت عالمی سطح پر چین کی حالت گھٹنوں پر چلنے والے بچے کی سی تھی۔ لیکن چین دیکھتے ہی دیکھتے پہلے اقتصادی جن بنا اور اب عسکری لحاظ سے دنیا کو حیران کر رہا ہے۔ امریکہ نے اس حوالے سے پالیسی یہ بنائی کہ بھارت چین اختلاف سے فائدہ اُٹھا کر بھارت سے اسٹرٹیجک تعلقات مضبوط بنائے جائیں۔ پاکستان تو اپنے گھڑے کی مچھلی ہے جس طرح سوویت یونین کے خلاف استعمال کیا اس طرح چین کے خلاف کر لیں گے۔ اور جب ہم پوری قوت سے افغانستان میں موجود ہوں گے تو پاکستان کے پاس ہمارے اشاروں پر ناچنے کے سوا کوئی آپشن نہیں ہوگا اور ہم جس طرح آسٹریلیا اور جاپان سے مل کر چین کا سمندری گھیراؤ کر رہے ہیں پاکستان اور بھارت سے مل کر چین کا زمینی گھیراؤ کریں گے۔ یہ تھے امریکہ کے افغانستان پر حملے کے اہم مقاصد اب ہم بات کرتے ہیں اِن مقاصد کے حوالے سے امریکہ نے کیا کھویا کیا پایا ہے؟ اِس حوالے سے پہلے امریکہ کی کامیابیوں کا ذکر کریں گے۔ امریکہ افغانستان میں قائم ہونے والی اسلامی حکومت کا فوری طور پر خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور دوسرے اسلامی ممالک کو کامیابی سے یہ پیغام دے دیا گیا کہ جو ممالک اسلامی نظام لانے کی کوشش کریں گے ہم اُن کا وہی حشر کریں گے جو ہم نے افغانستان کا کیا ہے۔ ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ امریکہ کی ایک بڑی کامیابی تھی۔ اس سانحہ عظیم کے بعد اسلامی ممالک خاص طور پر مسلمانوں کے حکمران اسلام کا نام لینے سے بھی جھجکنے لگے۔ ہماری رائے میں یہ ایک طویل جنگ کا آغاز تھا جس کے پہلے مرحلہ میں افغان طالبان نے پسپائی اختیار کی، یہ ایک حکمتِ عملی تھی گویا بقول ملا عمر افغانستان ایک گوند کا تالاب ہے جس میں داخل ہونا آسان ہے لیکن نکل جانا تاریخ نے ناممکن ثابت کیا ہے۔ اسی لیے افغانستان کو ''بڑی طاقتوں کا قبرستان'' بھی کہا جاتا ہے۔ امریکہ کی دوسری کامیابی یہ ہے کہ ذلت آمیز شکست کے باوجود فی الحال معاملات اِس نہج پر نہیں پہنچ سکے کہ افغان طالبان مکمل طور پر افغانستان سے امریکہ کو نکال باہر کر سکیں۔ گویا امریکہ اگر وہاں اپنا مکمل کنٹرول حاصل نہیں کر سکا تو اُس نے کسی اور کو بھی ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی اور وہ افغانستان میں انتشار ڈالنے اور وہاں باہمی قتل وغارت گری سے کشت وخون کا بازار گرم رکھنے میں کامیاب ہے۔ دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے اور امریکہ اسے Enjoy کر رہا ہے۔

امریکہ کو افغانستان پر حملے سے کیا نقصانات اُٹھانے پڑے یعنی اُس نے کھویا کیا؟ سب سے بڑا نقصان اُسے یہ پہنچا کہ اُس کا سپریم پاور آف دی ورلڈ کی حیثیت سے امیج بُری طرح Damage ہوا۔ اُس کی عالمی شہنشاہیت کو زک پہنچی۔ جن افغان طالبان کا ذکر وہ حقارت سے کرتا تھا اُن ہی سے مذاکرات کی بھیک مانگنا پڑی۔ بائیسویں صدی میں Sole Power of the World کی حیثیت سے داخل ہونے کی خواہش چکنا چور ہو گئی بلکہ دنیا ایک بار پھر Unipolar سے Bi-Polar ہو رہی ہے۔ امریکہ چین کا محاصرہ کرنے میں بُری طرح ناکام ہوا۔ پاکستان جو تقریباً 70 سال سے اُس کے گھڑے کی مچھلی بنا ہوا تھا یہ مچھلی اب گھڑے سے باہر نکل چکی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈرا اور سہما ہوا پاکستان امریکہ کی گود سے باہر کود چکا ہے۔ پھر یہ کہ یورپ جس کا مکمل طور پر امریکہ پر انحصار ہے اُسے یہ بات سمجھ آنے لگی ہے کہ امریکہ کو شکست بھی ہو سکتی ہے۔ کبھی امریکی اکانومی دنیا میں ٹاپ کی حیثیت رکھتی تھی اِس پر بھی سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔ افغانستان میں کھربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود مثبت طور پر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ امریکی افواج میں بددلی اور مایوسی پھیلی ہے۔ سینکڑوں فوجیوں نے خودکشی کی ہے اور ہزاروں ذہنی مریض بن گئے ہیں۔ قارئین کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جنگوں میں فضائیہ اور بحریہ تباہی اور بربادی تو پھیلا سکتی ہیں۔ لیکن قبضہ اور تسلط صرف زمینی فوج سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ افغانستان میں ذلت آمیز شکست اور جگ ہنسائی کے بعد امریکہ کے لیے اپنی زمینی فوج کسی دوسری جگہ داخل کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِس صورت حال میں امریکہ کا حلیف ہونا ہی نہیں اُس کا بلاجواز قرب بھی پاکستان کے لیے نقصان دہ ہے۔ ہمارے پالیسی سازوں کو یہ حقیقت مدِنظر رکھ کر آگے بڑھنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

امت مسلمہ کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 21 مئی 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

اس وقت مسئلہ فلسطین کا معاملہ کافی شدت اختیار کر گیا ہے اس لیے آج اسی حوالے سے یاد دہانی اور کچھ باتیں عرض کرنی مقصود ہیں۔ جہاں تک اس مسئلہ کی شدت کا معاملہ ہے بظاہر ابھی ایک عیاری کے ساتھ اسرائیل نے ایک اعلان کر دیا ہے کہ ہم نے حماس کے ساتھ سیز فائر کر لیا ہے۔ یہ بڑی بے تکی سی بات ہے۔ کیونکہ سیز فائر وہاں ہوتا ہے جہاں دوطرفہ جنگ کا معاملہ چل رہا ہو، یہاں تو سارا ظلم و ستم کا معاملہ کیا گیا اور کم و بیش گیارہ دن تک بمباری کی گئی ہے اور بھر پور طریقے پر جارحیت کا معاملہ کیا گیا ہے۔ جب ساری دنیا میں کچھ مظاہرے شروع ہوئے تو اب جھوٹے انداز سے سیز فائر کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ بہر حال یہ وہ عیار ترین قوم ہے جن کے بارے میں قرآن حکیم تو یہ فرماتا ہے کہ دوسروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان اُمیین کے بارے میں اللہ کے ہاں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی:

﴿ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ ﴾ (آل عمران: 75) ''ان اُمیین کے معاملے میں ہم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔''

یہ بقیہ لوگوں کو gentiles یا جانوروں سے بھی بدتر کہتے ہیں اور اپنے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے چنے ہوئے لوگ ہیں اور یہ ساری زمین ہماری ہے اور ان کے جو گریٹر اسرائیل کے منصوبے ہیں یہ اسی کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ جب مسلمان تھوڑا احتجاج کرتے ہیں تو کچھ عرصہ کے لیے خاموشی کا معاملہ ہو جاتا ہے لیکن پھر یہ آگے بڑھتے ہیں اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہیکل سلیمانی کی تعمیر بھی ان کے ایجنڈے میں شامل ہے اور لامحالہ اس کے لیے مسجد اقصیٰ کی پامالی بھی ان کے منصوبے کا حصہ ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ امت کے ذمہ داران یعنی حکمرانوں کی عظیم اکثریت ذلت اور رسوائی کا خود سبب بنی ہوئی ہے۔ اتنا بڑا ظلم ہو گیا لیکن کوئی ایک مضبوط آواز بھی امت کی طرف سے احتجاج کے سوا بلند نہ ہو سکی۔ میں اور آپ عام آدمی ہیں ہم خطبہ جمعہ میں گفتگو کر لیں گے، کچھ ہمارے ساتھی باہر مظاہرہ کر لیں گے۔ یہ آواز بلند کرنا یقیناً ہمارے بس میں ہے لیکن حکمرانوں کے پاس طاقت ہے، وسائل ہیں

مرتب: ابوابراہیم

ان کی طرف سے تو اس سے آگے بڑھ کر اقدام ہونا چاہیے۔ لیکن کیا ہوا کہ او آئی سی کے اندر ایک مذمتی قرارداد پیش کر دی گئی اور اب ارادہ یہ ہے کہ یو این او میں جا کر ہم ایک ریزولوشن پیش کر دیں اور آگے ہمیشہ کی طرح امریکہ اس کو ویٹو کر دے گا۔ کیا یہ اس مسئلے کا حل ہے؟ ظاہری سی بات ہے کہ یہ اس مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ اللہ کا دین کہتا ہے کہ برائی کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔ اگر ہاتھ سے روک سکتے ہو تو ہاتھ سے روکو، اگر اس کی استطاعت نہیں ہے تو زبان سے روکو، اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو کم از کم دل میں بُرا جانو اور حدیث کے مطابق یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ چنانچہ اپنا احتجاج بلند کرنا تو کرنے کا کام ہے۔ کچھ لوگوں کی خواہش تھی کہ فلسطینیوں کی مالی امداد کی جائے۔ اس حوالے سے جن اداروں پر اعتماد ہے ان کے ذریعے ان کی مدد بھی کی جا سکتی ہے۔ یہ بھی کرنے کا کام ہے۔ بلکہ بعض مسلمانوں کا جوش و جذبہ اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ وہ فلسطینی مسلم بھائیوں کی مدد کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لیے بھی تیار ہو گئے ہیں۔ یہ بہت اچھا جذبہ ہے اس میں کوئی دورائے نہیں ہو سکتیں لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کو فلسطین تک جانے کی اجازت دے گا کون؟ اور جن کے پاس طاقت موجود ہے، جن کے پاس وسائل موجود ہیں جو وہاں تک پہنچ سکتے ہیں اصل میں تو ان کو یہ ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ ان بے غیرتوں کو غیرت دلانے کی کوشش کی جائے کیونکہ ان کے پاس اختیارات اور وسائل سب کچھ موجود ہے۔

فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کوئی نئی بات نہیں ہے۔ 1982ء میں شتیلہ اور صابرہ کیمپس میں ایک رات میں تین ہزار سے زیادہ مسلم عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو شہید کیا گیا۔ یہ ظلم و ستم مستقل چلا آ رہا ہے کیونکہ یہودی قوم اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے ہر حد سے گزر چکی ہے۔ وہ اپنے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لیے مسجد اقصیٰ تک کو مٹانا چاہتے ہیں اور گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے وہ مدینہ منورہ تک پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو کہ نہیں پہنچ سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔ لیکن وہ اپنے مشن پر پورے انداز سے کاربند ہیں۔ غور ہمیں کرنا ہے کہ آج امت کہاں کھڑی ہے؟ آج ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو شہید کرنے کے لیے مسلمان امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ستاون ہزار پروازیں اڑانے کے لیے ہم نے بھی پاکستان سے امریکہ کو اجازت دی

تھی جس کے نتیجے میں افغانستان میں پندرہ لاکھ مسلمان شہید ہو گئے۔ اس کے لیے ہماری زمین استعمال ہوئی۔ یعنی ہم نے مسلمانوں کو شہید کروانے کے لیے اپنی سرزمین، اپنے ایئر پورٹس، اپنے وسائل تک کافروں کے حوالے کر دیئے۔ سقوطِ خلافت کے بعد کم و بیش ہر مسلم ملک کے حکمرانوں نے یہی کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ مسئلہ فلسطین ہو، مسئلہ کشمیر ہو، سنگیانگ ہو، چیچنیا ہو، بوسنیا ہو، برما کے مظلوم مسلمان ہوں، ہر جگہ خون صرف مسلمان کا بہہ رہا ہے۔ کبھی ہم نے ٹھنڈے دل سے غور کیا کہ آخر یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے؟ حالانکہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں، ہم اللہ کے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں، ہم قرآن حکیم کے ماننے والے ہیں، ہم دین اسلام کے ماننے والے ہیں، ہمیں یہ فخر ہے کہ محمد مصطفی ﷺ کے امتی ہیں، ہماری خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے کہ ہم خیرِ اُمت میں شامل ہیں لیکن بہت بڑا سوال یہ ہے کہ خیرِ اُمت کا حال یہ ہونا چاہیے؟ خیرِ اُمت کے لاشے اتنے سستے ہونے چاہئیں؟ خیرِ اُمت کا خون اتنا ارزاں اور سستا ہو جانا چاہیے؟ جہاں دیکھو لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کی لاشیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کو ہم پر رحم نہیں آتا؟ کیا اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم نہیں ہے؟ کیا نماز جمعہ میں کروڑوں مسلمان دعائیں نہیں کر رہے؟ شاید اب حرم شریف میں اسرائیل اور یہود کے خلاف بددعاؤں کی بھی اجازت نہ ہو لیکن انفرادی طور پر ہر مسلمان دل سے نکال رہا ہے۔ یہ دعائیں قبول کیوں نہیں ہو رہیں؟ وجہ ایک ہی ہے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد عروج پر پہنچ گیا ہے۔ ہم اپنے دین کے ساتھ، مشن کے ساتھ مخلص نہیں رہے بلکہ دین و اُمت کے خلاف بڑھ چڑھ کر کفار کا ساتھ رہے ہیں۔ خصوصاً عرب ممالک تو اسرائیل کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مسلمان بھائیوں کا خون بہتا رہے، ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے رہیں، اس کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن اسرائیل اور یہود کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرنے کی فکر سر پر سوار ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں واضح کر دیا:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط﴾ (البقرہ: 120) ''اور (اے نبیؐ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔''

قائد اعظم نے کہا تھا کہ اگر یہود نے مسلمانان فلسطین کے ساتھ کوئی ظلم و ستم کیا تو ہم پاکستان سے اس کا جواب دیں گے۔ بانیانِ پاکستان کا پاکستان کے منشور کے حوالے سے ذہن اس قدر واضح تھا۔ جب 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ ہمیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، عربوں سے تو ہم نمٹ لیں گے لیکن ہمارا اصل نظریاتی دشمن پاکستان ہے۔ کیونکہ پاکستان بھی ایک نظریہ کی بنیاد پر بنا ہے۔ یہ پاکستان پہلے وجود میں آیا ہے۔ یعنی 14 اگست 1947ء کو اور اسرائیل بعد میں مئی 1948ء میں وجود میں آیا۔ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر مرض کی دوا پہلے ہی پیدا کر دی ہے۔ علاج پہلے دنیا میں آیا ہے، مرض بعد میں آیا ہے۔ اس لیے ان کو بھی خطرہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل فلسطین سے یہ آوازیں اُٹھ رہی تھیں:

آین جیش الباکستان ''پاکستان کی فوج کہاں ہے؟

یعنی وہاں کا مسلمان بھی پاکستان سے توقع کرتا ہے۔ باقی 56 ممالک میں سے کسی کا انہوں نے نام نہیں لیا کیونکہ وہ اسلام پر قائم نہیں ہوئے۔ توقع اور گلہ تو اس ملک سے ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا۔ جس کا سرکاری نام اسلامیہ جمہوریہ پاکستان ہے۔ دنیا تو ہمارے بارے میں یہ سمجھتی ہے۔ لیکن ہم خود اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں

پریس ریلیز: 28 مئی 2021ء

امریکہ کو افغانستان کے حوالے سے کسی بھی نوع کی سپورٹ پاکستان کے لیے تباہ کن ہوگی

شجاع الدین شیخ

امریکہ کو افغانستان کے حوالے سے کسی بھی نوع کی سپورٹ پاکستان کے لیے تباہ کن ہو گی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد افغانستان پر حملے کے حوالے سے پاکستان نے جو امریکہ کو اعانت فراہم کی تھی وہ بلاشبہ ایک مجرمانہ فعل تھا۔ جس سے نہ صرف ہمارے افغان بھائیوں کا قتل عام ہوا بلکہ خود پاکستان دہشت گردی کی آماجگاہ بن گیا۔ پاکستان میں ہزاروں لوگ شہید ہوئے اور اربوں ڈالر کا نقصان ہونے سے پاکستان کی کمزور معیشت مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔ اُنھوں نے کہا کہ امریکہ کے ایک ڈپٹی سیکرٹری برائے دفاع David F. Helvey نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ پاکستان ہمیں اڈے فراہم کر رہا ہے لیکن پاکستان کی وزاتِ خارجہ نے اِس کی سختی سے تردید کی ہے کہ امریکہ کو اڈے فراہم نہیں کیے جا رہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے کہا کہ وزارتِ خارجہ کو نہ صرف اڈے دینے کی تردید کرنی چاہیے تھی بلکہ واضح طور پر اعلان کرنا چاہیے تھا کہ افغانستان کے حوالے سے امریکہ کی کسی قسم کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمیں امریکہ سے 2001ء میں کیے گئے معاہدے کو اب منسوخ کر دینا چاہیے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمیں ایک ہی سوراخ سے بار بار نہیں ڈسا جانا چاہیے۔ اُنھوں نے اِس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ پینٹا گون کے ترجمان نے تسلیم کر لیا ہے کہ امریکہ کو کوئی ہمسایہ ملک اڈے فراہم نہیں کر رہا۔ اُنھوں نے کہا کہ امریکہ، بھارت اور اسرائیل جیسے پاکستان دشمن ممالک کا سرپرست ہے لہٰذا اُس کی مدد یا اعانت کا تصور بھی ملک دشمنی کے مترادف ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

تو کیا نظر آتا ہے؟ 73 برس سے یہاں اسلام قائم نہیں ہو سکا۔ سود، فحاشی، عریانی، بے حیائی، کرپشن، بے دینی کا سیلاب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اسلام کی بجائے میرا جسم میری مرضی کے نعرے سڑکوں پر لگتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

ہمارے استاد ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ مثال دیتے تھے کہ ہاتھ میں پھوڑا نکل آئے تو مرہم لگا دو، پھر نکل آئے تو پھر مرہم لگا دو، پھر نکل آئے تو پھر مرہم لگا دو۔ آخر کب تک مرہم لگاتے رہو گے۔ آج چار پھوڑے اس طرف سے نکلے ہیں تو کل چار دوسری طرف سے نکل آئیں گے۔ اصل حل یہ ہے کہ بیماری کی جڑ کو پکڑو اور اس کو جڑ سے نکال پھینکو۔ مسئلہ کشمیر اور فلسطین پر ہم 74 برس سے رو رہے ہیں۔ افغانستان، عراق، شام، لیبیا، مصر، الجزائر، برما، سنکیانگ، چیچنیا، بوسنیا ہر جگہ مسلمان پر ظلم ہو رہا ہے۔ مسائل کی جڑ یہ ہے کہ جب دین کو چھوڑا ہے تو اس حال کو پہنچے ہیں۔ اب حل یہی ہے کہ ہم دوبارہ دین کی بنیاد پر ایک اُمت بننے کی کوشش کریں اور دین کے نظام کو بالفعل دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ نے رسولوں کو اسی مقصد کے لیے بھیجا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی 23 برس کی محنت اس مقصد کے لیے رہی کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا دین غالب ہو۔ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر رب کی غلامی میں لایا جائے۔ ظلم کا خاتمہ ہو، عدل کا نفاذ ہو۔ یہ اہم نکتہ ہے سمجھنے کے واسطے۔

یہ بات بھی کھل کر کہنی چاہیے کہ اسلام کے حوالے سے مجرم نمبر ون عرب ہیں جن کی زبان میں اللہ کا کلام ہے۔ آپ اور میں تو عجمی ہیں۔ ہم تلاوت کرتے ہیں تو ہمیں سمجھ نہیں آتی قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ آخری نبی ﷺ عربوں میں اُترے۔ اصل ذمہ داری ان کے کندھوں پر ہے۔ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کر کے دکھاتے۔ لیکن بجائے اس کے ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح مصلحتوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ کس طرح شریعت کے احکامات کی پامالی ہو رہی ہے۔ کس طرح دین دشمنوں کے ساتھ تعلقات استوار کیے جا رہے ہیں، اور ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ لہٰذا عرب سب سے پہلے پکڑ میں آنے والے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ہم پاکستانی ہیں جن کا محاسبہ سخت ہوگا کیونکہ یہ ملک ہم نے اللہ سے اس وعدے پر لیا تھا کہ ہم یہاں اللہ کے دین کو نافذ کریں گے۔ باقی 56 ممالک کی اس درجہ ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ انہوں نے دعوے ہی نہیں کیے۔ وہ بھی مسلمان ہیں لیکن دعویٰ ہم نے کیا کہ اے اللہ! تو ہمیں وطن عطا کر، ہم یہاں تیری کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کا نظام لے کر آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے کیا کیا؟ بجائے اس کے کہ یہاں اسلام نافذ کرتے، دنیا میں قائم واحد نظام شریعت (امارت اسلامیہ افغانستان) کو ختم کرنے کے لیے اپنی سرزمین کو کفار کا اڈا بنا دیا۔ لہٰذا عربوں کے بعد ہم سب سے بڑے مجرم ہیں۔

اس کے بعد پوری اُمت مسلمہ ذمہ دار ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو اس زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ پہلے انبیاء ورسل اللہ کے خلیفہ اور نمائندے ہوتے تھے۔ ختم نبوت کے بعد خلافت کی یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے کاندھوں پر آ گئی۔ آج ہم ایک خطہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ دیکھو یہ اللہ کا نظام ہے اور یہ اس کی برکات ہیں۔ جب تک اللہ کے دین کو نافذ کر کے دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے یہ فرض ادا نہیں ہوگا اور اس سے کم تر پر اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں آئے گی۔ بات بہت تلخ ہے مگر حقیقت ہے کہ جو غداری ہم نے اللہ کے ساتھ کر رکھی ہیں، جو بے وفائی ہم نے کی ہے، جو وعدہ خلافی ہم نے کر رکھی ہے اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو یہ پھوڑے بڑھتے جائیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷﴾ ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔'' (محمد:7)

آج تو قدم لڑکھڑا گئے ہیں۔ حکمرانوں میں جرأت نہ رہی کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کو کوئی دھمکی ہی دے سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایٹمی صلاحیت سجانے کے لیے دے رکھی ہے؟ دھمکی تو دو، کوئی بات تو کرو۔ ہم عوام فلسطین میں جا کر کیا کر لیں گے؟ یہ تربیت یافتہ افواج دنیا کی بہترین افواج جنہیں کہا جاتا ہے، یہ اللہ نے کاہے کو ہمیں دی ہیں؟ جہاد فی سبیل اللہ کا نعرہ تو لگاؤ جو ہماری فورسز کا ماٹو ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ تم میرے دین کی نصرت کرو گے، میرے دین کے ساتھ مخلص ہو گے تو میں تمہاری نصرت کروں گا، تمہارے قدموں کو مضبوطی عطا کروں گا۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ﴾ ''(اے مسلمانو! دیکھو) اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔'' (آل عمران:160)

آج تو ہم مغلوب ہیں، ہمیں آواز بلند کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ مغلوبیت اس لیے ہے کہ اللہ کے دین کے ساتھ ہم نے بے وفائی کر کے غیروں کے دین (نظام) کو ترجیح دی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ ط﴾ ''اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے (تمہاری مدد سے دست کش ہو جائے) تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد؟''

آج دیکھ لیجیے 57 اسلامی ممالک ہیں۔ ایٹمی قوت بھی ہے، افواج بھی ہیں لیکن پوری دنیا میں مسلمان بے یار و مددگار ہیں۔ ان تمام مسائل کا واحد یہ ہے کہ اللہ کے دین کے ساتھ جو بے وفائی ہم نے کی اس کو ترک کر دیں اور اللہ دین کو دوبارہ قائم کرنے، نظام خلافت کے قیام کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔ جب خلافت کا نظام ہوتا ہے تو امت ایک مرکز پر ہوتی ہے۔ محمد بن قاسمؒ کو جب ایک مسلم عورت کی پکار پر بھیجا گیا حالانکہ اس وقت ہمارا نظام اتنا آئیڈیل نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی ایک مرکزیت موجود تھی اور جب مرکزیت موجود ہوتی ہے تو پھر مسلمان احتجاج نہیں کرتا، پھر وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے۔ پھر وہ جلوس نہیں نکالتا یا خالی پریس کانفرنس نہیں کرتا، وہ خالی خطاب نہیں کرتا بلکہ پھر وہ آگے بڑھ کر اقدام بھی اٹھاتا ہے۔ اس نظام خلافت کی جدوجہد ہمارا فرض ہے۔ اس کے لیے پوری دنیا میں آئیڈیل ترین علاقہ اور خطہ زمین پاکستان ہے۔ دنیا کو خطرہ اسی سے ہے اس لیے کہ نعرہ یہاں بلند ہوا ہے۔ ساری دنیا نے سیکولرازم کے نعرے لگائے۔ اسلام کا نعرہ ہم نے لگایا۔ ساری دنیا نے کہا: "Government of the people, for the people, by the people" لیکن ہم نے کہا نہیں! حکمرانی صرف اللہ کی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط﴾ (یوسف:40) ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔''

لیکن پھر ہم اپنے اسی عہد سے، اسی وعدے سے منحرف ہو گئے۔ لہٰذا یہ عذاب کے کوڑے اسی لیے برس رہے ہیں۔ اُمت نے اُمت والی ذمہ داری کو ادا نہیں کیا۔ جب تک ہم اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا عہد نہ کر لیں ہمیں کہیں سے مدد نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی غلطی کا احساس دلائے اور اس کا ازالہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

20

حضورِ حق ـ 7 ـ (III)

دگر قومے کہ ذکر لا الٰہش
بر آرد از دلِ شب صبح گاہش
شناسد منزلش را آفتابے
کہ ریگِ کہکشاں روبد ز راہش!

ترجمہ (موجودہ مسلمان اُمت کا اکثر حصہ، جو منحوس برطانوی استعمار پر مطمئن اور اس سے مفادات لے کر خوش ہے ایسے مسلمان نہیں) موجود مسلمانوں سے الگ ایک ایسی ملت کہ وہ دینی احکام اور اطاعت رسول ﷺ کی پابند ہو، وہ دل سے 'لا الٰہ' کہنے والی ہو، جس کے لا الٰہ کی ضرب رات کے دل سے اس کے صبح کے وقت (اختتام رات پر) نکلے جس کی منزل کو اس کے ساتھی بھی سمجھیں (حتیٰ کہ اس کا ماحول اور) آفتاب فلک بھی سمجھے کہ (کوئی زندہ قوم) مائل بہ سفر ہے مشن واضح ہو ایسی (باعمل ملت) کے پیرو جوان (رات کو سوتے ہیں تو مسائل و موانعات کی کہکشاں نظر آتی ہے) صبح کرتے ہیں تو وہ کہکشاں کی ریت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔

تشریح علامہ اقبال اس بند میں محکوم مسلمان امت کو ہمت اور حوصلہ دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لیے غلامی میں پلی بڑھی نسل اور مقتدر قوتوں کی 'جی حضوری' کر کے رزق کمانے والے افراد کام نہیں آتے بلکہ اس امت مسلمہ کے گروہ اور ہجومِ مومنین سے ایسے پیرو جوان افراد نکلیں کہ جن کے دل میں موجودہ غلامی کی زندگی پر دل میں کڑھن ہو، آزادی کے متمنی ہوں، آزادی کے لیے ہر قربانی دینے کو آمادہ ہوں، وہ جانتے ہوں کہ غلامی کی صد سالہ زندگی آزادی کے ایک دن کے مقابلے میں نہیں لائی جا سکتی، وہ خدا شناس اور خود شناس ہوں، دین پر عمل پیرا ہوں، وہ لا الٰہ کے حقیقی وارث اور نگہبان بن کر اُٹھیں راتوں کو اللہ سے دعائیں کریں، ان کی راتوں کے ذکر کی روشنی سے غلامی کی رات کو صبح کی روشنی نصیب ہو جائے۔ یہ کام مقتدر منحوس برطانوی استعمار کی نفی (لا الٰہ) اور اپنے رب کے سب سے بڑا ہونے کا اظہار (ذکر) کرنے سے ممکن ہے یہی حقیقی تکبیر رب ہے۔ آزادی کے ایسے متوالوں کا قدرت کے نظام کے عوامل اور شمس و قمر بھی ساتھ دیتے ہیں ایسی پختہ تربیت یافتہ جمعیت جو نشہ درویشی (دنیاوی STATUS اور مغربی لائف سٹائل سے بے زار طرز زندگی) میں پختہ ہوں آفتاب بھی ان لوگوں کی منزل کو پہچانتا ہے بلکہ اس کے لیے راستہ کی نشاندھی کرتا ہے ان کی راتوں کی بیداری سے پیشانیوں پر جو نور آتا ہے ﴿سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ﴾ (الفتح:29) وہ دن چڑھنے اور آفتاب نکلنے سے پہلے ہی راستے سے رکاوٹوں کی کہکشاؤں کی ریت صاف کر دیتا ہے۔

حضورِ حق ـ 8 ـ (I)

جہانِ تست در دستِ خسے چند
کسانِ او بن بندِ ناکسے چند
ہنرور درمیانِ کارگاہاں
کشد خود را بہ عیشِ کرگسے چند

ترجمہ (اے اللہ تو نے یہ زمین و آسمان بنائے ہیں مگر) آج تیرا یہ جہان خدا بیزار، کمینے اور ابلیسی سوچ کے حامل (ملٹی نیشنلز کے کار پردازان) چند صہیونی مزاج کے خاندانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس دنیا میں حقیقی محنت کش (کو کچھ نہیں ملتا) چند نا اہل اور انسان دشمن و اخلاق دشمن اور علم دشمن صہیونیت کے نمائندوں کی حکمرانی میں پس رہے ہیں، اس وقت دنیا بھر میں کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے محنت کش اپنے خون پسینہ سے کارخانوں کو رواں دواں رکھتے ہیں جبکہ اس کی محنت کا پھل اوپر بیٹھے چند گدھ نما صہیونی مزاج کے خاندان (جو یاجوج ماجوج ہیں)، وڈیرے اور فیکٹری مالکان کھا جاتے ہیں اور عیش و عشرت و عیاشی کرتے ہیں (محنت کش کو بھی تھوڑا ٹکڑا ڈال دیتے ہیں کہ وہ اگلے دن محنت کرنے کے قابل ہو جائے)۔

تشریح اے اللہ! تو نے یہ دنیا اور زمین و آسمان بنائے ہیں تو نے یہ وسائل رزق پیدا کیے ہیں تو نے انسان بنائے ہیں مگر تیری اس دنیا میں اتنی ناانصافی، ظلم اور کرپشن ہے کہ الامان الحفیظ۔ علامہ اقبال ہی اردو کلام میں فرماتے ہیں کہ یہود و عیسائی و مسلمانوں کے نزدیک حرام 'سود' بڑھ رہا ہے اور بنک (حرام کاری کے اڈے) ترقی کر رہے ہیں

~ رعنائی تعمیر میں ، رونق میں ، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات

~ تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

اے اللہ! آج کا ہنر مند (اور کسان) کسی اور کے لیے محنت کر رہا ہے وہ خون پسینہ ایک کر کے کارخانوں کو چلاتا ہے اس کے پہیئے کو رواں دواں رکھتا ہے مگر مالکان پانچ سال بعد دوسرا کارخانہ لگا لیتے ہیں جبکہ مزدور کے پاس اپنے اور اپنے بچوں کے علاج معالجہ، تعلیم، شادی، خوشی، غمی، مکان، لباس، عید کے تہواروں کے لیے کچھ نہیں ہوتا ہے، اس کی محنت کا پھل کچھ دوسرے کرگس یعنی گدھ جو انسان دشمن اخلاق دشمن ماحول دشمن اور علم دشمن لوگ ہیں کھا جاتے ہیں اور خود عیش و عشرت و عیاشی کرتے ہیں جبکہ مزدور کے لیے صرف زبانی جمع خرچ۔ (پاکستان میں مزدور کی سرکاری تنخواہ آج بھی چند ہزار روپے ماہانہ ہے جس میں کوئی ماہر اقتصادیات دو بچوں کے ساتھ گھر کا بجٹ بنا کر نہیں دکھا سکتا)۔

(قسط اوّل)

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ظلم اور اعتدال کی کشمکش

ظلم دو ہی ہیں‘ ایک اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا جو سب سے بڑا ظلم ہے: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمان) اور دوسرا انسانوں پر ظلم۔

اجتماعی نظام میں انسانوں پر ظلم خاص طور پر تین جہتوں سے آتا ہے:

(1) سماجی سطح پر‘ یعنی اونچ نیچ کا فرق‘ اعلیٰ اور ادنیٰ کی تقسیم‘ پیدائشی طور پر کسی کا اعلیٰ و ارفع اور باعزت ہونا‘ اور کسی کا ادنیٰ‘ نیچ اور گھٹیا ہونا۔ یہ تفریق (discrimination) ظلم ہے۔

(2) پھر اسی کی ایک صورت معاشی میدان میں استحصال کے طور پر آتی ہے۔ یعنی دولت کی تقسیم کا ایک غیر منصفانہ نظام کہ جس میں کچھ لوگ محروم ہوتے چلے جائیں اور کچھ کے پاس ارتکازِ دولت کی شدت بڑھتی چلی جائے۔

(3) پھر سیاسی سطح پر ظلم کی صورت تمیز بندہ و آقا اور حاکم و محکوم کی نسبت ہوتی ہے۔ یعنی لوگوں کی حریت اور آزادی کو سلب کر کے‘ ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر اپنے اقتدار کی مسندیں سجانا۔ اسی کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا ع ’’تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے‘‘۔

یہ وہ تین مسائل ہیں جن کے ضمن میں بڑی بڑی فکری و عملی پیچیدگیاں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان محتاج ہے‘ اسے اپنے خالق و مالک کے سامنے نقطۂ عدل و اعتدال کے لیے گھٹنے ٹیک کر استدعا کرنی پڑتی ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾

واضح رہے کہ انفرادی اخلاقیات میں بھی عدل و اعتدال کوئی آسان بات نہیں ہے۔ وہاں بھی ایک ’’پل صراط‘‘ موجود ہے‘ ذرا اِدھر ہو گئے تو افراط اور ذرا اُدھر ہو گئے تو تفریط ہے۔ مختلف اخلاقی اقدار کے مابین توازن اور اعتدال بھی بہت مشکل کام ہے۔ اسی کی مثال میں نے پچھلے خطاب میں دی تھی کہ رہبانیت کے متعلق قرآن بھی کہتا ہے کہ یہ کسی بدنیتی کے تحت ایجاد نہیں کی گئی: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ﴾ (الحدید:27) ’’اور انہوں نے رہبانیت کا طریقہ خود ایجاد کر لیا تھا‘ ہم نے تو ان پر یہ بات لازم نہ کی تھی‘ مگر وہ اس سے اللہ کی رضا چاہتے تھے‘ پھر نہ نبھایا اس کو جیسا کہ اس کا حق تھا‘‘۔ ظاہر بات ہے جنہوں نے بھی رہبانیت کا نظام ایجاد کیا تھا ان کے پیش نظر نیکی ہی کا جذبہ تھا‘ اللہ سے لو لگانا مقصود تھا‘ لیکن ایک شدت تھی جو حد اعتدال سے تجاوز کر گئی تھی۔

اس حوالے سے میں دو مثالیں پیش کر چکا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ ساری رات نماز میں کھڑے رہتے ہیں اور تمام دن روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس سے روک رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عبادت‘ زہد‘ تدین اور اتقاء کا ایک ایسا منہ زور جذبہ ہے جسے روکا جا رہا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ کسی کے اندر دنیا پرستی اور لذات پرستی کا معاملہ ہو‘ اس سے روکا جائے‘ جبکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے‘ لیکن یہاں بھی روکنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہاں بھی اگر حد اعتدال سے تجاوز ہو جائے تو نظام غلط ہو جائے گا اور خیر سے شر وجود میں آ جائے گا۔ اسی طرح ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ ہے جن کا واقعہ صحیح بخاری میں آتا ہے۔ ایک نے کہا میں ساری رات نماز پڑھا کروں گا‘ اپنی کمر بستر سے نہیں لگاؤں گا۔ دوسرے نے کہا میں شادی بیاہ کا کھکیڑ مول نہیں لوں گا۔ تیسرے نے کہا میں کبھی ناغہ نہیں کروں گا‘ ہر روز روزہ رکھوں گا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے بڑی سختی کے ساتھ ان کو منع کیا۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل سامنے آتا ہے کہ آپؐ نہایت غضب ناک ہوئے‘ یہاں تک کہ یہ غیر معمولی الفاظ ارشاد فرمائے: ’’خدا کی قسم میں تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہوں‘ تم میں سب سے بڑھ کر اللہ کی خشیت رکھنے والا ہوں‘ لیکن میرا طریقہ یہ ہے کہ میں رات کو سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں‘ میں روزے بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں‘ اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کی ہیں۔‘‘

اس کی ایک مثال میں اور دوں گا جس کا تعلق ہمارے معاشی نظام کے ساتھ ہے۔ ہماری دو اخلاقی قدریں ہیں‘ ایک ہے عفو اور ایک ہے قصاص۔ عفو کی اپنی اہمیت ہے کہ کسی نے آپ پر زیادتی کی ہے تو آپ اس کو معاف کر دیں۔ انفرادی ترفع اور روحانی ترقی اسی میں ہے‘ بشرطیکہ آپ قصاص یا انتقام لینے پر قادر ہوں۔ اگر آپ میں طاقت ہی نہیں ہے تو ’’قہرِ درویش بر جانِ درویش‘‘ کے مصداق ایک مجبوری کی کیفیت ہے‘ لیکن اگر آپ قصاص اور انتقام لینے پر قادر ہوں اور پھر بھی نہ لیں تو اس سے جو ترفع ہوگا‘ روحانی ترقی ہوگی اور آپ کا انفرادی ارتقاء ہوگا وہ نہایت قیمتی ہے: ﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾﴾ (التغابن) ’’اور اگر تم معاف کر دیا کرو‘ چشم پوشی سے کام لیا کرو اور بخش دیا کرو تو اللہ غفور رحیم ہے‘‘۔ کس قدر زوردار ترغیب و تشویق ہے عفو کی۔ دوسری طرف قصاص کے متعلق فرمایا: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرۃ:179) ’’اے ہوش مندو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے‘‘۔ اگر آپ نے قصاص کو اپنے نظام سے خارج کر دیا تو معاشرہ بگڑ جائے گا‘ شریروں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ اس نے آج آپ پر زیادتی کی‘ لیکن کوئی پکڑ نہیں ہوئی‘ کسی طرح کی سزا نہیں ملی تو اس کا حوصلہ اور بڑھے گا اور وہ کسی اور پر بھی زیادتی کرے گا: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝﴾ (العلق) ’’یقیناً انسان اس بنا پر سرکشی کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے‘‘۔ آج اس نے آپ کو ایک تھپڑ رسید کیا تھا کل کسی اور کو لگائے گا‘ لیکن اگر اسے اس کا بدلہ مل جائے تو اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور معاشرے کے اندر اصلاح کی شکل پیدا ہوگی۔

اب یہ دو متضاد چیزیں ہیں‘ ان میں توازن کیسے آئے؟ واقعہ یہ ہے کہ انفرادی اخلاقیات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اصل حصہ (contribution) اور آپؐ کا جو اصل کمال ہے وہ علیحدہ علیحدہ اخلاقی قدروں کے ضمن میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ آپ نے ان تمام اخلاقی

اقدار (moral values) کو ایک حسین توازن اور بڑے اعتدال و جامعیت کے ساتھ اپنی شخصیت کے اندر سمو دیا ہے۔ یہ عدل واعتدال اور یہ توازن درحقیقت اصل کمال ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ چنانچہ آپ غور کریں۔ استقامت کو لیں تو حضرت نوح علیہ السلام سے آگے یہ قدر آپ کہاں تلاش کر سکیں گے؟ اللہ کا ایک بندہ ساڑھے نو سو برس تک دعوت الی اللہ پر استقامت دکھا رہا ہے۔ استہزاء ہے، تمسخر ہے، مذاق اڑایا جا رہا ہے، مخالفت ہے، لیکن پھر بھی وہ اللہ کا بندہ صدیوں تک ڈٹا ہوا ہے۔ اسی طرح تسلیم و رضا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے آگے کس کا مقام ہے کہ اللہ کی رضا پر سر تسلیم خم کیے ہوئے قربان ہونے کو تیار ہو گئے: ﴿یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ع ’’سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے‘‘۔ زہد، ورع اور لذاتِ دنیا سے کنارہ کشی میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے آگے کون جائے گا؟ انہوں نے تو شادی ہی نہیں کی۔ یوں سمجھئے کہ ہر اعتبار سے لذاتِ دُنیوی سے کنارہ کشی کی انتہا آپ کو ان دونوں حضرات علیہما السلام میں نظر آئے گی۔ صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام سے آگے کس کا مقام ہے کہ ’’صبر ایوب‘‘ ضرب المثل ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کا کمال یہ ہے کہ آپؐ نے ان تمام اقدار کو، جن میں بعض کے اندر ظاہری طور پر تضاد بھی پایا جاتا ہے، عدل و اعتدال اور توازن کے ساتھ اپنی شخصیت میں سمو دیا ہے۔

اجتماعی نظام میں عدل

اس گفتگو سے میں جو نتیجہ اخذ کرنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ انسان انفرادی اخلاقیات میں بھی عدل و اعتدال اور توازن کے اعتبار سے آسمانی ہدایت کا محتاج ہے، اور اس سے بھی اہم تر اس کے لیے ایک اُسوۂ کاملہ، اُسوۂ حسنہ ایک ایسی انسانی شخصیت ہے جس میں وہ تمام اخلاقی اقدار بتمام و کمال موجود ہوں اور جن میں عدل و اعتدال بھی ہو، توازن بھی ہو، اور جامعیت بھی ہو۔ لیکن یہ معاملہ اجتماعی نظام میں اس سے کہیں زیادہ گھمبیر ہو جاتا ہے۔ یہاں کی پیچیدگیاں، یہاں کے مسائل، یہاں کے عقدہ ہائے لاینحل ایسے ہیں جن کو انسان کا ناخن تدبیر حل نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے وہ محتاج ہے کہ گھٹنے ٹیک کر اپنے رب سے استدعا کرنے کا: ﴿اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ﴾ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نوعِ انسانی کو تین بڑے عقدہ ہائے لاینحل (dilemmas) درپیش ہیں جو توازن کے متقاضی ہیں اور ان میں عدم توازن سے انسانی تمدن فساد اور بگاڑ کا شکار ہے۔ ان مسائل کے ضمن میں تین متضاد چیزوں کے مابین ایک کشاکش جاری ہے اور ان میں توازن کی تلاش میں ایک مسلسل جدوجہد نظر آتی ہے۔

پہلا مسئلہ: عورت بمقابلہ مرد

پہلے مسئلے کا تعلق انسان کی سماجی اور معاشرتی زندگی سے ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کا توازن ذرا اِدھر ہو گیا تو عورت ملکیت بن کر رہ گئی۔ جیسے بھیڑ بکری کسی کی ملکیت ہے ایسے ہی بیوی بھی ملکیت بن کر رہ گئی کہ اس کا کوئی قانونی تشخص نہیں، کوئی قانونی حیثیت نہیں، کوئی عزتِ نفس نہیں، کوئی حقوق نہیں، بلکہ ہماری زبان کے محاورے کے مطابق تو وہ جوتی کی نوک کے برابر ہو گئی۔ اور اگر معاملہ ذرا اُدھر ہو گیا تو شانہ بشانہ اور ہر اعتبار سے مساواتِ مرد و زن قائم ہو گئی، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر کوئی قلوپطرہ ہے جو قوموں کی قسمت کے فیصلے کرتی ہے۔ عورت اور مرد کے مابین آپ کو یہ افراط و تفریط ملے گی۔ اس مسئلہ میں نقطہ عدل و اعتدال کی تلاش انسان کے بس میں نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ: فرد بمقابلہ اجتماعیت

دوسرے مسئلے کا تعلق سیاسی نظام سے ہے اور وہ مسئلہ ہے: فرد بمقابلہ اجتماعیت۔ اجتماعیت کی مصلحتیں کچھ اور ہیں جبکہ فرد کی انفرادیت اور اس کی آزادی کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ فرد کی آزادی کو کہاں تک ملحوظ رکھا جائے اور اجتماعی مفادات پر فرد کی آزادی کو کہاں تک قربان کیا جائے، ان کے درمیان کیا توازن (balance) ہو؟ اس مسئلہ میں بھی آپ کو ایک مسلسل جدوجہد نظر آئے گی۔ اس لیے کہ ذرا اِدھر چلے جائیے تو مادر پدر آزادی اور آزادی کی وہ انتہا ہے کہ انسان جو چاہے کرے۔ وہ برہنہ ہو کر سڑک پر نکلنا چاہتا ہے تو اس کو حق حاصل ہونا چاہیے کیونکہ وہ آزاد ہے اور اس پر یہ قدغن کیوں ہو کہ وہ کپڑے پہنے؟ جیسے حیوانات مادر پدر آزاد ہیں کہ وہ جہاں اور جیسے چاہتے ہیں اپنے جنسی جذبے کی تسکین حاصل کر لیتے ہیں، ایسے ہی انسان کو بھی آزادی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے جذبات کی تسکین جہاں اور جس سے چاہے حاصل کر سکے۔ یہ خواہ مخواہ کی قدغنیں اور بندشیں سماج نے لگا دی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر انسان کو اپنے معاملات میں قانون سازی کا مطلق اختیار حاصل ہو کہ وہ جو چاہے قانون بنائے۔ اگر کوئی سوسائٹی دو مردوں یا دو عورتوں کی شادی کو جائز قرار دینا چاہے تو کوئی روک ٹوک نہ ہو، کیونکہ وہ اپنے معاملات میں آزاد ہے۔ ایک طرف یہ مادر پدر آزادی ہے تو دوسری طرف ہمہ گیریت (totalitarian) کہ ایک معاشرہ، ایک نظام کی حاکمیت ہو، جس میں فرد کی آزادی کو بالکلیہ ختم کر کے اس کو اجتماعی مشین کا ایک بے جان پرزہ بنا دیا جائے جو اپنے ہر معاملے میں، حتیٰ کہ ذاتی معاملات میں بھی، معاشرے کے قانون کا پابند ہو اور اپنی مرضی سے کچھ نہ کر سکے۔ اس مسئلہ میں بھی آپ کو توازن کی ایک مسلسل کوشش نظر آئے گی۔

تیسرا مسئلہ: سرمایہ بمقابلہ محنت

تیسرا مسئلہ انتہائی پیچیدہ ہے اور اس نے درحقیقت کوئی تین سو سال سے نہایت شدت اختیار کر لی ہے، اور وہ ہے سرمایہ بمقابلہ محنت۔ صنعتی انقلاب نے مشین کی ایجاد سے اس مسئلے کو نہایت گھمبیر بنا دیا ہے۔ یہ مسئلہ پہلے بھی تھا مگر بڑا سادہ، اس کے اندر وہ پیچیدگیاں اور مشکلات نہ تھیں جو آج پیدا ہو گئی ہیں۔ ایک سرمایہ دار ایک کارخانہ لگا کر ہزارہا لوگوں کی محنت سے انتفاع کر رہا ہے، اب اس سے جو پیداوار حاصل ہو رہی ہے اس کے ضمن میں یہ کیسے معین کیا جائے کہ اس میں سرمائے کا کتنا عمل دخل ہے اور محنت کا کتنا؟ اور پھر اس میں عدل و قسط کا تقاضا کیسے پورا کیا جائے؟ اس کھینچ تان میں بظاہر تو فریقین کو آزادی ہے۔ مزدور آزاد ہے، اگر اسے اس کی مرضی کے مطابق مزدوری مل رہی ہے تو کام کرے، ورنہ نہ کرے۔ اس طرح سرمایہ دار کو بھی آزادی ہے، چاہے وہ اپنا کارخانہ چلائے، چاہے اس کو بند کر دے۔ لیکن یہ آزادی کس قدر غیر مساوی (unequal) ہے کہ ایک سرمایہ دار کارخانے دار سالہا سال بھی اپنا کارخانہ بند رکھے تب بھی اس کے بچوں کو فاقہ نہیں آئے گا، جبکہ مزدور کو اگر چند دن کام نہ ملے تو اس کے بچوں کو فاقہ آ جائے گا۔ اب اگر سرمایہ دار کو ذرا زیادہ حقوق دے دیں تو جدید اصطلاح میں یہ ’’سرمایہ شاہی‘‘ کا معاملہ ہو جاتا ہے اور ذرا سا مزدوروں کو زیادہ حق دے دیجیے تو کام رک جاتا ہے۔ اس کا تجربہ ہمارے ہاں ہو چکا ہے کہ ایک دور میں مزدور کو عزتِ نفس ملی اور اس کے حقوق کا زیادہ خیال رکھا گیا تو اس کا پہلا منفی نتیجہ یہ نکلا کہ مزدور نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

یہ اصل میں وہ تین عقدے اور پیچیدہ مسائل ہیں جن میں عدم توازن کا شدید احتمال پایا جاتا ہے اور اس کے لیے نوعِ انسانی کی اجتماعی جدوجہد (by hit & trial) جاری ہے کہ پہلے ایک نظام کو آزمانا پھر دوسرے کو آزمانا' پھر ایک کی کوکھ سے اس کی خامی کی وجہ سے اس کے ردِعمل کا برآمد ہونا اور اس ردِعمل کے نتیجے میں پھر کسی اور نظام کا سامنے آنا۔ گویا افراط وتفریط کے دھکے ہیں جو نوعِ انسانی مسلسل کھا رہی ہے۔

نظاموں کی وحدت اور مختلف نظاموں کے نمائندہ الفاظ

اس ضمن میں ایک نکتہ اور سمجھ لیجیے۔ دنیا میں جو مختلف سماجی' معاشی اور سیاسی نظام موجود ہیں' ان تینوں کو اگرچہ ہم نے سمجھانے کے لیے علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے' لیکن یہ درحقیقت ایک وحدت اور ایک حیاتیاتی اکائی (organic hole) بن جاتے ہیں جس کو انگریزی میں Politico-Socio-Economic System سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے درمیان ڈالا جاتا ہے جو ان کو علیحدہ بھی ظاہر کرتا ہے اور جوڑتا بھی ہے۔ اس وقت دنیا میں جو دو پولیٹیکو سوشیو اکنامک سسٹم بالفعل قائم ہیں' ان میں سے ہر ایک کے کچھ ''کیچ ورڈز'' ہیں جو اس نظام کے مرکزی خیال کی نمائندگی کرتے ہیں اور وہی ان نظاموں کے اندر تقدیم و تاخیر اور اولیت وثانویت کو معین کرتے ہیں۔ ایک نظام کا نمائندہ لفظ (catch word) ہے آزادی (freedom) اور دوسرے نظام کا مساوات (equality)۔ یہ اقدار کس حد تک حاصل کی جا سکی ہیں' اس کو چھوڑ دیجیے' لیکن یہ ان کے نظاموں کی قدریں ہیں۔ کون کہے گا آزادی اچھی قدر نہیں اور کون کہے گا مساوات بری شے ہے؟

اسلامی نظام کا مرکزی خیال: عدل وقسط

اگر ہم اسلامی نظام کا مرکزی خیال معین کرنا چاہیں تو وہ ہے عدل اور قسط' انفرادی اخلاق میں بھی اور اجتماعی نظام میں بھی۔ یوں کہیے کہ اسلام آزادی اور مساوات کے درمیان بھی اعتدال قائم کرتا ہے' اس میں بھی توازن قائم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اجتماعی نظام کے لیے عدل وقسط کا لفظ بہت شدت کے ساتھ آیا ہے۔ سورۂ آل عمران' آیت 18 میں اللہ تعالیٰ کی شان بایں الفاظ بیان ہوئی:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ﴾

''اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی (گواہی دی)۔ وہی انصاف قائم کرنے والا ہے۔''

سورۂ آل عمران کے بعد سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ دونوں مقامات پر فرمایا گیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ (النساء:135)

''اے اہل ایمان' کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر۔''

اور:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫﴾ (المائدۃ:8)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔''

قَامَ یَقُوْمُ بمعنی کھڑا ہونا اور اس سے قوّام فعال کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے بمعنی پوری طاقت سے' پورے اہتمام سے کھڑا ہونے والا۔ ان آیات میں قوّام کے ساتھ بالقسط آیا ہے تو معنی ہوگا: عدل کو قائم کرنے کے لیے پوری قوت اور پوری ہمت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ! سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ کی مندرجہ بالا آیات میں الفاظ کی ترتیب تھوڑی مختلف ہے لیکن دونوں کا مضمون ایک ہے اور وہ ہے قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ۔

اس موضوع کا نقطۂ عروج سورۃ الحدید کی آیت 25 ہے' جو اس موضوع پر قرآن کی اہم ترین آیت ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت' کتابوں کا نزول' وحی کا اجراء' شریعت کا عطا کیا جانا وغیرہم کا اصل ہدف اور ان کی غایت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو بینات کے ساتھ''۔ یعنی واضح نشانیوں کے ساتھ' معجزات کے ساتھ' واضح تعلیمات کے ساتھ۔ بینات کا لفظ سب کا احاطہ کرتا ہے۔ ﴿وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ﴾ ''اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب نازل کی اور میزان''۔ اور یہ سب کچھ کس لیے کیا: ﴿لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ ''تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں''۔ اگر ایسا نہیں ہو رہا' کتاب کی محض تلاوت ہو رہی ہے' اس پر علمی مباحث ہو رہے ہیں' یا اس پر تحقیقی مضامین اور تصانیف شائع کی جا رہی ہیں تو درحقیقت اس کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو رہا۔ یہ تو سب تمہیدی مقدمات ہیں' درحقیقت ان چیزوں کا مقصود ہے: ﴿لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہو سکیں''۔

اس آیت میں دو الفاظ کتاب اور میزان آئے ہیں' جبکہ سورۃ الشوریٰ میں بھی یہی مضمون بایں الفاظ آیا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ؕ﴾ (آیت 17) ''اللہ وہ ہے جس نے کتاب اور میزان اُتاری حق کے ساتھ''۔ اس آیت سے دو آیات پہلے فرمایا: ﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ﴾ (آیت: 15) ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مابین عدل قائم کروں''۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں صرف واعظ بن کر آیا ہوں' مبلغ بن کر آیا ہوں' مربی اور مزکی بن کر آیا ہوں۔ یہ سارے کام بھی مجھے کرنے ہیں لیکن ان سارے کاموں کی منزل اور اس کا ہدف یہ ہے کہ تمہارے مابین عدل قائم کروں۔

اسی سورۃ الشوریٰ میں ذرا اور آگے جا کر ایک مضمون آیا ہے کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے وہ بدلہ اور انتقام لے تو اس پر کوئی ملامت نہیں' اس پر کوئی الزام نہیں: ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۱﴾﴾ ''اور جو کوئی اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں''۔ ﴿اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾﴾ ''بے شک الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے''۔ وہ حق تلفی اور ظلم چاہے سیاسی جبر کی شکل میں ہو یا معاشی استحصال کی شکل میں یا سماجی سطح پر discrimination اور اونچ نیچ کی شکل میں' وہ ملامت کے حق دار ہیں۔ باقی جن پر ظلم کیا گیا ہو اگر وہ بدلہ لیں تو ان پر کسی قسم کی کوئی ملامت نہیں ہے۔

اس بات کو سورۃ النساء میں اس طرح فرمایا گیا: ﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ﴾ (آیت: 148) ''اللہ کو کسی بری بات کا بلند آواز سے کیا جانا پسند نہیں ہے مگر اس شخص کے لیے جس پر ظلم ہوا ہو''۔ اگر مظلوم کی زبان سے جو آہ نکل رہی ہے اس میں حد اعتدال سے تجاوز ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا' اس لیے کہ اس پر ظلم ہوا ہے۔ (جاری ہے)

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا

فریداللہ مروت

نام ونسب

نام رملہ یا سہلہ اور بعض کے نزدیک رمیثہ ہے۔ ام سلیم کنیت اور رمیصاء لقب ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ جو مدینہ کے باشندے اور انصار کے قبیلہ نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ ماں کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھیں۔

آبائی سلسلہ سے آپؓ سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھیں۔ سلمیٰ آنحضرت ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب کی والدہ تھیں۔ اسی وجہ سے اُم سلیم ؓ آنحضرت ﷺ کی خالہ مشہور ہیں۔

نکاح

پہلے مالک بن نضر سے نکاح ہوا جو ان کے ہم قبیلہ تھے۔ حضرت انس ؓ بن مالک انہی سے پیدا ہوئے۔

دوسرا نکاح حضرت ابوطلحہ ؓ سے ہوا۔ ابوطلحہ ؓ کی صلب سے دو بیٹے پیدا ہوئے، عبداللہ اور ابوعمیر۔

اسلام

اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں۔ حضرت انس ؓ اس وقت بچہ تھے۔ ماں نے بیٹے کو بھی اپنے رنگ میں رنگنا چاہا۔ آپؓ ان کو کلمہ پڑھاتی تھیں تو مالک بن نضر جو اپنے مذہب پر قائم تھے اور مشرک تھے بہت خفا ہوتے تھے کہ تم میرے بچے کو بھی بے دین کیے دیتی ہو۔ مالک بن نضر ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں کسی دشمن نے قتل کر ڈالا۔ اب ام سلیم ؓ بیوہ تھیں اور انس ؓ کے بچپن سے بہت پریشان۔ اگر ایسے وقت میں نکاح کر لیتیں تو قابل الزام نہ تھیں مگر انہوں نے بڑے استقلال سے کام لیا۔ اور سب کے پیغام یہ کہہ کر رد کر دیے کہ جب تک میرا بیٹا مجلسوں میں اُٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہ ہو جائے، نکاح نہ کروں گی، پھر جب انس ؓ ہی میرے نکاح پر رضامند ہو گا تو کروں گی۔ ان کا یہ کہنا اس خیال سے تھا کہ سوتیلے باپ سے حضرت انس ؓ کو تکلیف نہ ہو۔

جب حضرت انس ؓ سن شعور کو پہنچے تو انہی کے قبیلہ کے ایک شخص ابوطلحہ ؓ نے نکاح کا پیام دیا۔ مگر مالک کی طرح یہ بھی مشرک تھے اور یہاں بھی وہی امر حائل تھا۔ جو پہلے مالک اور ان کے درمیان کشیدگی کا باعث ہوا۔ اس لیے انہوں نے عذر کیا اور کہا کہ ”میں تو محمد ﷺ پر ایمان لائی ہوں۔ اور گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ تمہارے اوپر البتہ افسوس ہے کہ پتھر کو پوجتے ہو یا لکڑی کو جسے بڑھئی تراش کر بت کی صورت بنا دیتا ہے۔ تم بتاؤ یہ پتھر یا لکڑی کے بُت تم کو کچھ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“ یہ تلقین کچھ ایسے حکیمانہ انداز میں کی گئی کہ اسلام کی صداقت ابوطلحہ ؓ کی سمجھ میں آگئی اور چند دن کے غور کے بعد وہ ام سلیم ؓ کے پاس آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ام سلیم ؓ نے قبول اسلام کے بعد ہی ابوطلحہ ؓ سے کہہ دیا: ”میں بھی تم سے نکاح کرتی ہوں اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتی“، یعنی ان کا مہر ابوطلحہ ؓ کا اسلام قرار پایا۔ یہ نکاح حضرت انس ؓ کے زیر اہتمام ہوا۔

عام حالات

حضرت ام سلیم ؓ بھی بعض مسلمان شیر دل عورتوں کی طرح معرکوں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں اور برابر کام کرتی رہیں۔ صحیح مسلم میں ہے:

”رسول اللہ ﷺ غزوات میں ام سلیم ؓ اور انصار کی چند عورتوں کو ساتھ رکھتے تھے۔ جب آپ جنگ میں مشغول ہوتے تو یہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔“

جنگ اُحد میں ام سلیم ؓ مع اپنے شوہر ابوطلحہ ؓ کے شریک تھیں۔ ابوطلحہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت میں دشمنوں کے تیر اور نیزے جگر پر روکتے تھے، اور ام سلیم ؓ بڑی مستعدی سے مجاہدین کی خدمت میں مصروف تھیں۔ حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم ؓ کو پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتے اور زخمیوں کو پانی پلاتے دیکھا۔ جب مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر بھر لاتی تھیں۔

معرکۂ خیبر 7ھ میں ہوا، اس میں بھی حضرت ام سلیم ؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ فتح کے بعد جب حضرت صفیہ ؓ ازواج مطہرات میں داخل ہونے لگیں تو آپؐ نے ان کو ام سلیم ؓ کے سپرد کیا کہ دلہن بنائیں۔

جنگ حنین میں حضرت اُم سلیم ؓ شریک تھیں اور باوجود یہ کہ عبداللہ بن ابی طلحہ ؓ پیٹ میں تھے۔ آپؓ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے تھیں۔ ابوطلحہ ؓ نے حضور ﷺ سے کہا کہ ام سلیم ؓ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا ”کیا کرو گی“، بولیں۔

”کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔“ آپؐ نے تبسم فرمایا۔ پھر بولیں۔ یا رسول اللہؐ! مکہ کے لوگ بھاگ گئے ہیں ان کے قتل کا ایماء فرمائیے۔ ارشاد ہوا:

”اللہ نے خود ان کا بہتر انتظام کر دیا ہے“

ابوطلحہ ؓ سے نکاح ہو جانے کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ام سلیم ؓ انس ؓ کو آپ کی خدمت میں دے چکی تھیں، حضرت انس ؓ آپ کے خادم خاص تھے اور بہت محبوب تھے۔ ایک بار آپؐ ام سلیم ؓ کے گھر آئے تو ام سلیم ؓ نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ نے عذر فرمایا کہ میں روزہ سے ہوں۔ تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد نفل نماز پڑھی اور ام سلیم ؓ اور ان کے خاندان کے لیے دعا مانگی۔ ام سلیم ؓ نے دیکھا کہ اس وقت محبت نبوی جوش پر ہے تو کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں سب سے زیادہ انس ؓ کو چاہتی ہوں جو آپؐ کا خدمت گار ہے۔ اس کے لیے خصوصیت سے دعا فرمائیے۔ یہ ایسی مبارک استدعا تھی کہ آپؐ نے دین و دنیا کی کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کی انسؓ کے لیے دعا نہ کی ہو اور فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِكْ اللهُ لَهٗ))

”اے اللہ اس کو مال دے، اولاد دے اور اس کی عمر میں برکت عطا فرما۔“

اسی دُعا کا اثر تھا کہ حضرت انس ؓ تمام انصار سے زیادہ متمول اور معمر ہوئے۔ کثرت سے اولاد ہوئی اور سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ایک دفعہ آپؐ ابوطلحہ ؓ کے گھر تشریف لائے اور ابوعمیر کو رنجیدہ دیکھ کر معلوم ہوا کہ اس کی ایک چڑیا (نغیر) مر گئی وہ اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ آپؐ نے بلا کر ابوعمیر کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ((اَبَا عُمَیْر مَا فَعَلَ النُّغَیْر)) ”اے ابوعمیر تیری نغیر کیا ہوئی؟ وہ ہنس دیا اور اس وقت یہ جملہ بطور تبرکات نبوی ضرب المثل ہو گیا۔

حضور ﷺ نے حضرت زینب ؓ بنت جحش سے نکاح کیا تو ام سلیم ؓ نے ایک برتن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس ؓ کے ہاتھ بھیجا اور کہا آنحضرت ﷺ سے عرض کرنا کہ یہ حقیر ہدیہ قبول فرمائیں۔

اخلاق

آپؓ نہایت پاکیزہ اخلاق کی مالک تھیں۔ صبر و استقلال تو ان کا امتیازی وصف تھا۔ یہی ابوعمیر جس کا اوپر ذکر ہوا جب انتقال کر گیا تو ام سلیمؓ نے بڑے اطمینان سے میت کو نہلایا اور کفنا کر ایک طرف رکھ دیا۔ لوگوں کو منع کر دیا کہ ابوطلحہؓ کو خبر نہ کریں اور خود اچھی طرح بناؤ سنگار کر کے بیٹھ کر شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔ ام سلیمؓ نے سوچا کہ شوہر دن بھر کے تھکے ماندے گھر آئیں گے اور بچے کے انتقال کی خبر سنیں گے تو نہ کھانا کھائیں گے، نہ آرام کر سکیں گے۔ ابوطلحہؓ جب رات کو آئے تو لڑکے کا حال پوچھا، بولیں جس حال میں تم نے دیکھا تھا اس سے بہتر ہے۔ اس کے بعد ام سلیمؓ نے کھانا کھلایا، ابوطلحہؓ نے بیوی سے صحبت بھی کی۔ جب سب کاموں سے فارغ ہو کر بالکل مطمئن ہو گئے تو ام سلیمؓ نہایت متانت سے بولیں ''ابوطلحہؓ! کسی کو اگر کوئی چیز مستعار دی جائے اور وہ اس سے فائدہ بھی اُٹھائے مگر جب وہ شے مستعار واپس لی جائے تو کیا اس شخص کو ناگوار ہونا چاہیے'' حضرت ابوطلحہؓ نے جواب دیا کہ یہ بات تو قرین انصاف نہیں ہے۔ بولیں تو تمہارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا جو واپس لے لیا گیا۔ یہ سن کر ابوطلحہؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ صبح ہوئی تو اس واقعہ کی رسول اللہ ﷺ کو خبر کی۔ آپؐ نے دعا دی کہ اللہ ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائے۔ چنانچہ ابوعمیر کے بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی، جن کی تربیت خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی، اسی کی برکت تھی کہ عبداللہ بڑے صاحب کمال ہوئے اور اللہ نے ان کی اولاد میں دس قاری ماہر فن پیدا کیے۔

حضور ﷺ کے ساتھ آپ کا اعتقاد بہت بڑھا ہوا تھا اور آپؐ سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ ایک بار ابوطلحہؓ آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں۔ کچھ کھانا بھیج دو۔ حضرت ام سلیمؓ نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انسؓ کو دیں کہ بارگاہ نبوت میں پیش کر دیں۔ آپؐ مسجد میں مع چند صحابہؓ کے تشریف رکھتے تھے۔ حضرت انسؓ کو دیکھا تو فرمایا: تم کو ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے، کہا جی ہاں! فرمایا کھانے کے لیے؟ بولے ہاں، آپؐ مع تمام حاضر الوقت صحابہؓ کے ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لائے۔ وہ گھبرائے اور ام سلیمؓ سے کہا اب کیا تدبیر کی جائے؟ کھانا بہت کم ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ آدمی بہت ہیں۔ ام سلیمؓ نے اس وقت بھی نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں سے اللہ اور رسول زیادہ واقف ہیں۔ آپؐ اندر آئے تو انہوں نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے تمام اصحابؓ کے ساتھ نوش فرمایا۔

ان کو آنحضرت ﷺ سے جتنی محبت تھی اس کا اندازہ ذیل کی روایات سے ہوگا۔

فراغتِ حج کے بعد آنحضرت ﷺ نے موئے مبارک ترشوائے تو ام سلیمؓ نے ابوطلحہؓ سے کہا کہ حجام سے ان بالوں کو مانگ لو اور برکت کی غرض سے ان کو ایک شیشی میں بند کر کے رکھ لیا۔

آنحضرت ﷺ اکثر ان کے گھر آرام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ام سلیمؓ جبین مبارک سے پسینہ پوچھ رہی ہیں۔ فرمایا: ام سلیمؓ! یہ کیا کر رہی ہو؟ بولیں، برکت حاصل کر رہی ہوں۔

ایک بار حضور ﷺ نے ان کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو ام سلیمؓ نے مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا۔ کہ اس سے رسول ﷺ کا دہن مبارک مس ہوا ہے۔

یہی حال رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ام سلیمؓ کے ساتھ تھا۔ آپؐ ان کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حج کے لیے مکہ چلے تو ام سلیمؓ سے فرمایا ''تم اس سال ہمارے ساتھ حج نہیں کرو گی؟'' جواب دیا یا نبی اللہ! میرے شوہر کے پاس دو سواریاں ہیں اور ان دونوں پر وہ مع اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے، مجھے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے ازواج مطہرات کے ساتھ سوار کر دیا، راستہ میں عورتوں کے اونٹ پیچھے رہ گئے، ہانکنے والے آپ کے غلام انجشہ تھے۔ انہوں نے حدی خوانی شروع کر دی جس سے اونٹ دوڑنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپؐ قریب آئے اور فرمایا انجشہ آہستہ آہستہ! شیشے ہیں شیشے!

حضرت ام سلیمؓ کو تربیت اولاد کا جو سلیقہ تھا اس کا اندازہ حضرت انسؓ کے اس فقرہ سے ہوسکتا ہے کہ:

''اللہ میری ماں کو جزائے خیر دے انہوں نے میری بہت خوبی سے کفالت کی۔''

فضل و کمال

حضرت ام سلیمؓ بڑی عقل و کمال والی خاتون تھیں اور آپ نے نہایت دقیقہ شناس اور نکتہ رس دماغ پایا تھا، ابن اثیرؒ نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ:

''آپ عقلمند عورتوں سے تھیں۔''

حدیث کا علم بھی اچھا تھا۔ لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور شکوک رفع کرتے تھے۔ ایک بار حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا تو دونوں نے انہیں کو حکم قرار دیا۔

مسائل پوچھنے میں شرم نہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت سلمہؓ سن رہی تھیں۔ بے ساختہ ہنس پڑیں۔ اور کہنے لگیں کہ تم نے عورتوں کی بڑی توہین کی، کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ ورنہ بچے ماں کے ہمشکل کیوں ہوتے۔''

جنت کی خوشخبری

حضرت ام سلیمؓ کے مناقب بہت ہیں اور اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوسکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں گیا تو مجھ کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا رمیصاء بنت ملحان ہیں۔''

مرویات حدیث

حضرت ام سلیمؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں جن کو حضرت انسؓ، ابن عباسؓ، زید بن ثابتؓ، ابوسلمہؓ اور عمروؓ بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے۔

اولاد

ام سلیمؓ نے اپنے پیچھے دو فرزند چھوڑے۔ حضرت انسؓ جو پہلے خاوند مالک سے تھے اور حضرت عبداللہؓ جو ابوطلحہؓ سے تھے۔ ابوطلحہؓ کے صلب سے ایک اور بیٹا ابوعمیر بھی تھا جو کمسنی میں وفات پا گئے۔

وفات

حضرت ام سلیمؓ کے سال وفات کے بارے میں قیاس یہ ہے کہ انہوں نے صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

❀❀❀

ایمان واستقامت کا راز

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

فلسطین کے تناظر میں حدیث پڑھیے اور اس کے مصداق ہونے والوں کی خوش بختیوں کا اندازہ کیجیے۔

﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾﴾ (المطففین) ''جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں مقابلہ کریں۔''

حدیث میں ہے:

''روز محشر کچھ لوگ آئیں گے جن کے ایمان غیر معمولی، بے مثال ہوں گے۔ جس کی روشنی ان کے سینوں اور ان کے دائیں ہاتھ سے پھوٹ رہی ہوگی۔ ان سے کہا جائے گا 'خوشخبری ہو آج تمہارے لیے۔ سلام علیکم... سلامتی اور خیر ہو تمہارے لیے۔ داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ کے لیے۔ فرشتے اور انبیاء، اللہ کی ان سے محبت پر رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ ہم میں سے اور تم میں سے نہیں۔ تم میرے صحابی ہو مگر وہ میرے محبوب! یہ تمہارے بعد آئیں گے اور دیکھیں گے کہ اللہ کی کتاب لوگوں نے چھوڑ رکھی ہے۔ پس پشت ڈال رکھی ہے۔ بے وقعت کر دی ہے اور سنت چھوڑ دی گئی ہے۔ یہ لوگ کتاب اللہ اور سنت تھام لیں گے۔ اسے دوبارہ زندہ کریں گے۔ یہ اسے پڑھیں گے اور لوگوں کو پڑھائیں گے۔ یہ اس راستے میں وہ سزا اور آزمائشیں اٹھائیں گے جو اے میرے صحابہؓ! تم نے نہیں اٹھائیں۔ اس سے بھی شدید تر۔ (میزائل، کیمیائی روح فرسا حملے، ڈرون حملے، سمندروں میں رلتے روہنگیا، 73 سال سے رلتے فلسطینی، کشمیری، گوانتاموبے، عقوبت خانوں میں تشدد، بھوک کا عذاب مسلط کر کے مار پھینکے جانے والے فاقہ زدہ ڈھانچے۔ میرے اللہ اور نبی ﷺ کی محبت اور شفقت کی یہ پھوار ان پر لازم ہے۔ ان شاء اللہ) ان میں سے ایک کا ایمان تمہارے میں سے 40 کے برابر ہوگا۔ ان میں سے ایک کی شہادت تم میں سے 40 کے برابر ہوگی، کیونکہ تمہیں راہِ حق میں ایک مددگار میسر ہے (محمد ﷺ) اور انہیں نہ ہوگا۔ وہ ہر جا ظالم حکمرانوں میں گھرے ہوں گے۔ (آج شرق تا غرب سبھی ممالک۔) یہ قدس اور اس کے گرد و نواح میں ہوں گے (بیت المقدس، فلسطین، شام) اللہ کی مدد انہیں پہنچے گی اور اس کا اعزاز انہیں حاصل ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا: یا اللہ انہیں فتح عطا فرما۔ اور نہیں جنت میں میرا قرب عطا فرما۔'' (مسند احمد)

فتح بہرصورت اہل قدس کا مقدر ہے۔ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا لشکر ہے۔ یہ اس حدیث کے مصداق قیامتیں قدس کی خاطر اپنی جانوں پر جھیلنے والے لوگ ہیں۔ اس حدیث کا حاصل قرآن کسی حال نہ چھوڑنا، اس کی تعلیم و تعلم، قرآن و سنت کی زندگی جینا ہے شاید اللہ ہمیں ان عالی شان لوگوں کی جوتیوں میں بیٹھنے کے لائق بنا دے۔ (آمین)

غزہ حفاظ قرآن اور شہداء کی سرزمین ہے۔ یہ ایک طویل کہانی ہے قرآن پر محنت کی۔ حفظ کے خصوصی کیمپ قائم کر کر کے انہوں نے شب و روز محنت کی اور بچوں کے سینے منور کیے۔ استقامت کی لازوال داستانیں قرآن سے شغف کی بنا پر ہیں۔ غزہ زندہ ہے اسرائیلی بمباریوں، بلڈوزروں تلے تو قرآن اور جہاد کی بدولت۔

حفظ قرآن کا یہ غیر معمولی اہتمام نمونۂ عمل ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے۔ یہ خصوصی اہتمام اس عنوان سے ہوتا رہا۔ 'تاج الوقار اقصیٰ کی آزادی کے لیے'۔ رئیس تحفیظ القرآن الکریم کا کہنا تھا کہ ہم جو مسجد اقصیٰ کی ہمسائیگی میں ہیں، صہیونی اسرائیلیوں کا مقابلہ یوں کرتے ہیں کہ ہتھیار ہمارے کندھوں پر اور قرآن ہمارے سینوں میں۔ غزہ کو اسرائیلی زیر نہیں کر سکے کیونکہ وہاں دسیوں ہزار حفاظ موجود ہیں۔ 'تاج الوقار'۔ یہ نام حدیث سے ماخوذ ہے جس کے مطابق قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے والدین کو سورج کی روشنی جیسا منور (عزت و افتخار کا) تاج روز قیامت پہنایا جائے گا۔ (مسند احمد)

یہ پروگرام دو طرح چلایا گیا۔ ایک سال بھر چلتا اور دوسرا اسکول کی چھٹیوں کے دوران۔ 2000ء میں دو ہزار حفاظ تیار ہوئے۔ اگلے سال 3 ہزار، 2009ء میں 10 ہزار، 2010ء میں 12 ہزار تا آنکہ 2011ء میں یہ تعداد 24 ہزار تک پہنچ گئی (یہ رپورٹ 2012ء تک کی ہے!) ہر گھر میں کم از کم ایک حافظ قرآن تو ہو۔ غزہ میں بعض گھروں میں سات سے لے کر نو تک حافظ موجود ہیں جو اقصیٰ کی آزادی کے لیے وقف ہیں۔ (ہمارے ہاں گھروں میں اے، او لیول کے لیے بچے مختص کیے جا رہے ہیں۔ جو کوئی بھی امریکا، یورپ جا سکے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے!)

یاد رہے کہ اقصیٰ پوری امت کی ذمہ داری ہے جو صرف فلسطینیوں یا عربوں کی نہیں۔ بنی اسرائیل سے امامت چھن جانے، بنی اسماعیل کو منتقل ہو جانے کے باوجود معراج النبیؐ مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ سے نہیں، بیت المقدس سے ہوئی۔ ہمی اس کے جائز متولی ہیں۔ تمام انبیاء اور ان کی تعلیمات کے وارث، خاتم النبیینؐ کی امت۔ فلسطینیوں نے اس فرض کو اپنی جانوں پر لے کر جس طرح نبھایا، اس کے نشیب و فراز کو خونچکاں مگر نا قابل تسخیر عزم کی ولولہ انگیز داستان ہے۔ 73 سال چند صفحات میں سمیٹنے ممکن نہیں۔ فلسطینی ماؤں سے ہمیشہ ایک جملہ سنا 'اقصیٰ کو بیٹوں کی ضرورت ہے۔' فلسطین کی کہانی میں، اقصیٰ کے تحفظ میں، کتنا بڑا حصہ ان بیٹوں کا ہے جو یہودی حملوں اور دھاوؤں اور آگ لگانے کے واقعات کے مقابل چٹان بن کر کھڑے ہو جاتے رہے۔ بیٹوں کی ایک قطار/ دیوار شہادت پاتی تو دوسری کھڑی ہو جاتی۔ فلسطینی شہادت پر خوشی اور شکرانے کا اظہار کرتے، مٹھائی کھلاتے، جس پر یہودی و دیگر میڈیا شدید غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں! فلسطینی ماں فخر و ناز سے بچے پیدا کرتی اور اقصیٰ کے لیے تربیت دیتی ہے۔ اس کی انتہا دیکھنی ہو تو 2017ء میں فلسطینی ماں دیکھیے، جس نے 69 بچوں کو جنم دے کر 40 سال کی عمر میں اسی دوران شہادت پائی۔ یہ خبر دینے میں عرب میڈیا میں احترام کی فضا تھی، جبکہ 'دکن کرانیکل' (بھارتی اخبار) نے مسلم تعلیمات اور روایات سے مکمل لاعلمی/ جہل کی بنا پر لکھا کہ: 'غزہ میں ایک عورت نے شعور اور آگاہی ضبط ولادت بارے نہ ہونے کی بنا پر صرف 40 سال کی عمر میں 69 بچے پیدا

کر کے زندگی گنوا دی! یہ ''بدنصیب'' عورت اعداد وشمار کے اعتبار سے دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز عورت ہوگی! (اگرچہ ساتھ ہی ایک روسی عورت بارے بھی یہی خبر ہے جس نے 16 مرتبہ جڑواں اور سات مرتبہ 3 بچے اور 4 مرتبہ 4 بچے بیک وقت جنم دیے!) عقیدۂ آخرت سے محرومی کی بنا پر یہ غزہ کی اس ماں کی آگاہی اور شعور کے مقام کو سمجھنے سے قاصر ہیں! یہ الگ بات ہے کہ کورونا کے بعد ہندو مذہبیت کی چولیں ہل کر رہ گئی ہیں۔ ہندوؤں نے اپنے بت گھروں سے نکال کر کچرے میں پھینک دیے ہیں۔ اکٹھے کر کے دریا برد کیے جا رہے ہیں۔ وبا میں جھوٹے خداؤں نے کوئی بھلا نہ کیا! دنیاوی تعلیم کے اعتبار سے بھی ان خبر رسانوں کا مبلغ علم اتنا سا ہی ہے کہ نہیں جانتے کہ غزہ میں شرح خواندگی 96.8 فیصد ہے! اور شرح ناخواندگی فلسطین میں دنیا میں کمترین درجے میں ہے! سوا ایسا تو نہیں کہ بھرے غزہ میں یہ میاں بیوی ہی لاعلم رہ گئے!

فلسطینی عورت نے بھی اسرائیلیوں کے ہاتھوں سبھی صعوبتیں جھیلی ہیں۔ 20 فلسطینی خواتین 2009ء میں ایک یہودی قیدی کے بدلے رہا ہوئیں، جن کے ساتھ دنیا کا کم سن ترین 2 سالہ یوسف الزق بھی رہا ہوا۔ اس کی والدہ شادی کے چند ماہ بعد گرفتار کر لی گئی تھی، یوسف نے جیل ہی میں جنم لیا تھا! 31 سالہ احلام التمیمی 10 سال سے قید تھی، 2011ء میں رہا ہوئی۔ اسے 200 سال قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ رہائی پر صحافی نے پوچھا: آپ نے یہ ساری مدت کیسے گزاری؟ کہنے لگی: 'اپنے اللہ کے ساتھ رہ کر، اگر ایمان کی دولت نہ ہوتی تو آج تمہارے سامنے نہ ہوتی۔' حسن سلامہ 30 سال بعد رہا ہوا۔ بوڑھی ماں سے پوچھا گیا: اماں جی! کیا آپ کو امید تھی کہ بیٹا رہا ہو جائے گا؟ کہنے لگیں: جب سے بیٹا جیل میں گیا تھا، ایک دن کے لیے بھی یہ امید نہیں ٹوٹی کہ بیٹا ضرور رہا ہوگا۔' ایک فلسطینی قیدی نائل البرغوثی 33 برس قید کے بعد باہر آئے تو پوری دنیا بدل چکی۔ ان کا شیر خوار بیٹا اب خود بچوں کا باپ بن چکا تھا۔ یہ چند واقعات تو فلسطینیوں کی زندگی، اقصیٰ کے لیے قربانیوں کی چند جھلکیاں ہیں۔ اس میں اسرائیل اور پس پردہ ان کے مربی، سہولت کار اور سرپرست امریکا یورپ کا خونخوار سفاک کردار دیکھا جا سکتا ہے۔ (اگر دیکھنا چاہیں!) اس کے بعد ان سے مرعوبیت، محبت؟

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(6 مئی 2021ء)

جمعرات (06 مئی 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

دورانِ رمضان جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماعات جمعہ سے خطابات ہوتے رہے۔ آخری عشرہ میں اعتکاف کے ساتھیوں سے قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں ''توبہ کی عظمت'' اور ''اقامت دین کی پُرزور دعوت'' کے موضوعات پر خطابات ہوئے۔ نیز قرآن اکیڈمی ڈیفنس اور یسین آباد میں اعتکاف کے ساتھیوں کے ساتھ سوال وجواب نیز بالمشافہ بیعت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ 29ویں شب کو براہِ راست نشر ہونے والا دورہ ترجمہ قرآن کا پروگرام مکمل ہوا۔ عید الفطر کے موقع پر گفتگو کی۔ عید کے دوسرے دن ایک رفیق کے داماد کے نکاح ثانی کے موقع پر خطاب فرمایا۔ بروز اتوار بیرون پاکستان رفقائے تنظیم سے ایک گھنٹہ آن لائن گفتگو ہوئی۔ گھر پر محدود تعداد میں رشتہ داروں کے ساتھ ولیمے کا اہتمام کیا گیا۔ حلقہ کراچی وسطی کے ارکان شوریٰ (بمع فیملیز) کے ساتھ کھانے پر شرکت کی۔ ایک حبیب کے ہاں نشست رکھی گئی تھی، جس میں ایک دیرینہ حبیب اور ان کے احباب نے بیعت کی۔

بدھ کے روز اسرائیلی دہشت گردی کے خلاف کراچی کے تینوں حلقوں کے مشترکہ مظاہرہ میں شرکت کی اور تفصیلی گفتگو کا موقع ملا۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔ گزشتہ رات تمام اہل خانہ کے ساتھ لاہور آمد ہوئی۔

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ، بانی تنظیم اسلامی
تنظیم اسلامی
زیر سرپرستی شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ، امیر تنظیم اسلامی

رُجوع اِلی القرآن کورس

دورانیہ : 9 ماہ

نصاب
1 عربی گرامر (صرف ونحو)
2 ترجمہ وترکیب قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3 تجوید وناظرہ
4 قرآن حکیم کی فکری عملی رہنمائی
5 فکرِ اسلامی
6 حدیث واصطلاحات حدیث
7 بنیادی فقہی مسائل
8 سیرت النبی ﷺ
9 خصوصی محاضرات

Online رجسٹریشن جاری ہے
tanzeem.org/activities/education/ruju-ilal-quran/

انٹرویو
11 جون 2021ء صبح 08:00 بجے

ان شاء اللہ
کلاسز کا آغاز 14 جون 2021ء

ایام تدریس: پیر تا جمعہ

اوقات تدریس: صبح 8:15 تا 01:00 بجے

رابطہ: 0334-5632242 (مبشر عارف)
(042)35473375-78

● بیرون لاہور رہائش رکھنے والوں کے لئے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے

دارُ الاسلام مرکز تنظیمِ اسلامی
23KM ملتان روڈ چوہنگ لاہور
ای میل: riqc@tanzeem.org
ویب: www.tanzeem.org

انجمن خدام القرآن سندھ کا تینتیسواں و چونتیسواں سالانہ اجلاس

بحمد اللہ! ذاتِ باری تعالیٰ کی خصوصی نصرت و تائید کے بموجب انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی (رجسٹرڈ) کی مجلسِ عامہ کا تینتیسواں و چونتیسواں مشترکہ سالانہ اجلاس 4 اپریل 2021ء بروز اتوار صبح 9:30 بجے زیرِ صدارت نگرانِ انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی و امیرِ تنظیم اسلامی پاکستان محترم جناب شجاع الدین شیخ ﷾ منعقد ہوا۔

تینتیسواں سالانہ اجلاسِ عامہ اس سے قبل 21 مارچ 2020 منعقد کیا جانا تھا لیکن کورونا وبا کے پیشِ نظر انجمن کی مجلسِ عاملہ نے اجلاسِ عامہ موخر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بعد ازاں بفضلہ تعالیٰ مجلسِ شوریٰ کے نومبر 2020 کے اجلاس میں تینتیسواں و چونتیسواں مشترکہ سالانہ اجلاسِ عامہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اجلاس کا آغاز ڈاکٹر حافظ محمد فصیح منصوری کی تلاوت اور ترجمہ سے ہوا۔ رکن شوریٰ جناب ڈاکٹر انوار علی ابرار نے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دیے، جبکہ صدرِ مجلس نگران انجمن محترم جناب شجاع الدین شیخ ﷾ کے ساتھ اسٹیج پر صدرِ انجمن و نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی جناب انجینئر سید نعمان اختر، نائب صدر و امیر حلقہ کراچی جنوبی جناب محمد فیصل منصوری، سیکریٹری انجمن جناب محمد سلمان اشرف، امیرِ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی جناب سید سلمان، امیرِ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی وسطی جناب عارف جمال فیاضی اور سینئر رکن شوریٰ و مرکزی ناظم شعبہ تحقیق و تجزیہ تنظیم اسلامی جناب سید نسیم الدین موجود تھے۔ صدرِ انجمن نے اپنے افتتاحی کلمات میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا جس کی تائید و نصرت سے اجلاس کا انعقاد ممکن ہو سکا۔ ساتھ ہی انہوں نے نگرانِ انجمن اور معزز مہمانوں اور شرکاء کو ہدیہ تشکر پیش کیا جنہوں نے اپنی مصروفیات و قیمتی اوقات کی قربانی دے کر شرکت فرمائی۔ انہوں نے سابق صدرِ انجمن محترم سید اظہر ریاض مرحوم و مغفور کو خراجِ عقیدت پیش فرمایا جو اکتوبر 2020 میں برضائے الٰہی انتقال فرما گئے۔ انہوں نے شرکاء کے سامنے اختصار کے ساتھ ادارہ ہٰذا کے قیام کا پس منظر اور مقاصد کو واضح فرمایا۔ اجلاسِ عامہ کی معمول کی کارروائیاں جن میں گزشتہ اجلاسِ عامہ منعقدہ 17 مارچ 2019ء کی روداد کی توثیق، سالانہ رپورٹس برائے سال 19-2018ء اور 20-2019ء برائے منظوری، آڈٹ شدہ حسابات جولائی 2018 تا جون 2019 اور جولائی 2019 تا جون 2020 برائے منظوری، سابقہ آڈیٹرز کے لیے ہدیہ تشکر کی قرارداد اور آئندہ سال 21-2020ء کے حسابات کے لیے آڈیٹرز کا تقرر شامل ہیں، عمل میں آئیں۔ اس کے علاوہ اجلاسِ ہٰذا میں انتخاباتِ مجلسِ شوریٰ برائے سال 2020 تا 2023 بھی عمل میں آئے، جو اراکین و احبابِ انجمن کی توجہ کا خصوصی مرکز بنے اور اراکین انجمن کی ایک بڑی تعداد نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ اسی دوران وقفہ میں شرکاءِ مجلس کے لیے چائے کے ساتھ ضیافت کا اہتمام کیا گیا اور انتخابات کی کارروائی انتہائی منظم انداز میں اور خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل کی گئی۔

وقفہ کے بعد سابق صدرِ انجمن محترم جناب سید اظہر ریاض (مرحوم و مغفور) کو اُن کی انجمن ہٰذا کے لیے پُرخلوص خدمات اور دینِ متین کے لیے مسلسل جدوجہد کے اعتراف میں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ نگرانِ انجمن کی جانب سے محترم سید اظہر ریاض کے بھائیوں کو، جبکہ نگرانِ انجمن کی اہلیہ محترمہ اور صدرِ انجمن کی ہمشیرہ محترمہ کی جانب سے محترم سید اظہر ریاض مرحوم کی اہلیہ کو یادگار کے طور پر شیلڈ پیش کی گئی۔ بعد ازاں نائب صدر و ناظمِ انتخاب جناب محمد فیصل منصوری نے انتخابات کے نتائج کا اعلان کیا اور سیکریٹری انجمن جناب محمد سلمان اشرف نے ہدیہ تشکر پیش فرمایا۔ اسی کے ساتھ نگرانِ انجمن کے صدارتی کلمات اور تمام وابستگانِ انجمن جو حیات ہیں یا اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے ہیں، کے لیے خصوصی دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کا علاقائی دعوتی اجتماع

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت علاقائی دعوتی اجتماع 4 اپریل 2021ء کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا آغاز رفیق تنظیم حلقہ کراچی جنوبی ڈاکٹر حافظ محمد فصیح منصوری کی تلاوت سے ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے خطاب بعنوان ''ماہِ رمضان، قرآن اور تحریک رجوع الی القرآن'' سے مستفید ہونے کے لیے تقریباً 1500 حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ اولاً محترم شجاع الدین شیخ نے قرآن کے حقوق کی ادائیگی اور قرآن کے ساتھ تعلق کو زندہ اور مضبوط کرنے پر زور دیا اور ساتھ ہی بانی انجمن خدام القرآن کی برپا کردہ تحریک رجوع الی القرآن کا پس منظر اور ادارہ ھٰذا کے تحت کراچی کی سرگرمیوں کا مختصر تعارف بذریعہ ڈاکومنٹری پیش فرمایا۔ انہوں نے رمضان المبارک اور قرآن حکیم کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے تمام اراکین و احبابِ انجمن اور رفقاء تنظیم کو رمضان کی تمام فیوض و برکات سمیٹنے کے ضمن میں تیاری کرنے کی تاکید فرمائی۔ انہوں نے گزشتہ سال ملک کی انتظامیہ کی طرف سے رمضان کی محافل کے انعقاد نہ ہونے دینے پر گہرے دکھ اور صدمے کا اظہار فرمایا اور تمام شرکاء کو اپنے گھروں کو قرآن کا مرکز بنانے کی ہدایت فرمائی۔ تقریب کا اختتام امیر تنظیم اسلامی کی رقت آمیز دعا پر ہوا۔

حلقہ کراچی وسطی کے زیرِ اہتمام مسجد اقصیٰ پر اسرائیلی حملے کے خلاف مظاہرہ

حلقہ کراچی وسطی کے زیر اہتمام پریس کلب پر 19 مئی 2021ء کو فلسطینیوں کی آبادیوں پر اور مسجد اقصیٰ میں نمازیوں پر وحشیانہ حملے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس میں کراچی کے تینوں حلقوں کے رفقاء و احباب کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مظاہرہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت حافظ حذیفہ رفیع نے حاصل کی۔

مظاہرے کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے حلقہ کراچی وسطی کے ناظم جناب ڈاکٹر انوار علی نے کہا کہ اسرائیل کا وجود عالم اسلام کے لیے ایک ناسور کی مانند ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مشکل حالات میں مسلمانوں کو مل کر فلسطینی بھائیوں کے لیے آواز بلند کرنی چاہیے تاکہ مظالم کا سلسلہ رک سکے۔ انہوں نے غزوہ میں میڈیا دفاتر پر بھی حملوں کی مذمت کی۔

تنظیم اسلامی کے امیر جناب شجاع الدین شیخ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ فلسطینیوں کا دفاع امتِ مسلمہ کا دینی فریضہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انسانی اخلاقی اقدار سے عاری صہیونی ریاست اسرائیل فلسطینیوں کی آبادیوں پر اور مسجد اقصیٰ میں نمازیوں پر وحشیانہ حملے کر کے فلسطینیوں کا جو قتلِ عام کر رہی ہے وہ انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ فلسطینی مجاہدین فلسطین کی آزادی کے لیے ہی نہیں بلکہ قبلہ اوّل کی آزادی اور اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اُنہوں نے اہلِ مغرب سے سوال کیا کہ حیوانوں اور درندوں کے تحفظ کی انجمن قائم کرنے والو، انسانوں کے یوں بے دردی سے خون میں نہلائے جانے پر کیوں خاموش ہو! انہوں نے کہا کہ UN فلسطین میں امن کے لیے عملی اقدامات کرے۔ مزید فرمایا کہ اگر اِس صورت حال میں بھی مسلمان ممالک متحد ہو کر فلسطینیوں کے دفاع میں عملی طور پر میدان میں نہیں اترتے تو اُن کے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پیٹھ سے بہتر ہے۔ اپنے دینی بھائیوں کو یوں گاجر مولی کی

طرح کٹتے دیکھنا انتہائی شرمناک ہے۔ انہوں نے ارباب اختیار کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ اسرائیل کو پرزور انداز میں اس کا جواب دیا جائے صرف مذمتی بیان کافی نہیں بلکہ اسرائیل کی مرمت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اپنے اختلافات کے باوجود امت مسلمہ کی تباہی و بربادی اور ان کی نسل کشی کے لیے امت واحدہ ہیں۔ اگر غزہ کے مظلوموں پر ٹوٹی قیامت کو دیکھ کر بھی امت مسلمہ کا ضمیر نہیں جاگا تو پھر کبھی نہیں جاگے گا۔ انہوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ تمام مسلمان ممالک اپنے فروعی اختلافات بھلا کر متحد ہوں اور اسرائیل کو للکاریں اور نظام خلافت قائم کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ لازماً اُن کی مدد فرمائے گا۔ ظالم ہمیشہ بزدل ثابت ہوتا ہے اور جذبہ جہاد سے سرشار مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ مظاہرہ کا اختتام امیر محترم کی جانب سے دعا پر ہوا۔ (رپورٹ: عمر بن عبدالعزیز، معتمد حلقہ کراچی وسطیٰ)

حلقہ فیصل آباد کے زیر اہتمام فلسطین پر اسرائیلی مظالم کے خلاف مظاہرہ

19 مئی 2021ء کو حلقہ فیصل آباد کے تحت فلسطین پر اسرائیلی مظالم کے خلاف مظاہرہ کا انعقاد ہوا۔

مظاہرہ (ایف آئی سی) سے شروع ہوا۔ پورے حلقہ سے رفقاء اس مظاہرہ میں شریک ہوئے۔ رفقاء قرآن اکیڈمی فیصل آباد میں جمع ہوئے۔ بعد نمازِ ظہر رشید عمر نے مظاہرے کے شرکاء سے خطاب فرمایا۔ جس میں تذکیری گفتگو کے علاوہ مظاہرہ کا روٹ بتایا اور مظاہرہ کے حوالے سے آداب بیان کیے۔ امیر حلقہ دوسرے رفقاء کے ساتھ اپنی سواریوں پر قرآن اکیڈمی سے ایف آئی سی پہنچے۔

امیر حلقہ کی ہدایت کے مطابق نعمان اصغر نے مظاہرہ کی قیادت کی اور ان کے معاون مقامی امراء تھے۔ مظاہرین ضلع کونسل سے ہوتے ہوئے کچہری چوک پہنچے۔ وہاں کچھ دیر قیام کے بعد کچہری بازار سے چوک گھنٹہ گھر پہنچے۔ رفیق تنظیم محمد کاشف نے مظاہرہ کے شرکاء سے خطاب کیا۔ چوک گھنٹہ گھر میں قیام کے بعد رفقاء ریل بازار سے ہوتے ہوئے گھمٹی چوک پہنچے۔ ایف آئی سی پہنچ کر مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ مظاہرہ میں چالیس ٹی بورڈ اور سترہ بینرز استعمال ہوئے اور 100 کے قریب رفقاء نے مظاہرہ میں شرکت کی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ لاہور شرقی، گڑھی شاہو کے رفیق عبدالرؤف اختر کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ بہاول نگر کے رفیق طفیل بھٹی کے چچازاد بھائی اور خالو وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0335-6195284

☆ حلقہ بہاول نگر، ہارون آباد غربی کے رفقاء محمد صفدر اور امتیاز احمد یاسر کے بھائی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0334-7002097

☆ حلقہ بلوچستان کی مقامی تنظیم کوئٹہ جنوبی کے امیر خواجہ ندیم احمد کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

☆ کوئٹہ شمالی کے معتمد شاہد رشید کی والدہ، چچا سسر اور ممانی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

(تبدیلی مقام)

”تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار، بالمقابل تھانہ نیو غلہ منڈی، فضل حسین مارکیٹ گوجرخان“ کی بجائے

ان شاء اللہ ”جامع مسجد العابد، وارڈ نمبر 7 حیاتسر روڈ، گوجرخان“ میں

06 تا 12 جون 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

11 تا 13 جون 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔ (موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں)

برائے رابطہ: 051-4620514 - 0346-5296462

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

ان شاء اللہ ”دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23 کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور“ میں

13 تا 19 جون 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

18 تا 20 جون 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ ☆ شہادت علی الناس و اقامت دین

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔ (موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں)

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78

Fantasy Israeli Ceasefire

By hot and other means, Israeli war on Occupied Palestinians has been ongoing nonstop for 73 years. Ebbing and flowing but never quitting, there's no end of in prospect because of one-sided US/Western support for the worst of Israeli apartheid ruthlessness against long-suffering Palestinians their ruling regimes don't give a damn about, never did, and won't ahead without sustained intifada revolution for positive change unable to be achieved another way. A permanent state of undeclared Israeli war exists like always before. Halted Israeli aggression on Gaza and its people is temporary, never permanent. It's just a matter of time before its war machine goes wild again against the Strip and its beleaguered people for whatever invented pretext its ruling regime uses to justify what's unjustifiable.

At the same time, Israel terrorizes millions of Palestinians throughout the Territories daily — how the scourge of Zionist apartheid always operates without mercy. Instead of upholding and enforcing the rule of law, the West, its partners, most other world community nations, and UN pay lip service alone to Palestinian rights and well-being. They've always been uncaring and dismissive toward long-suffering Palestinians under suffocating Israeli occupation. They turn a blind eye to multiple daily incursions by Israeli soldiers and other security forces into Palestinian neighborhoods throughout the West Bank and East Jerusalem — along with violent cross border raids into Gaza at Israel's discretion.

Most often conducted pre-dawn, they burst into Palestinians homes violently, terrorizing families, traumatizing young children, arrests made solely for nothing other than hatred. Thousands of Palestinian men, women, youths, and young children languish in Israel's gulag as political prisoners – hundreds uncharged and untried for the "crime" of being Muslims on land Israel wants for exclusive Jewish use. In stark contrast to how Jews are treated, a permanent state of undeclared war exists by Israel against millions of oppressed Palestinians — the world community doing nothing to challenge it.

At the same time, Israeli installed puppets and collaborators with the Jewish state act as its enforcers against the Palestinian people. Gazans have been illegally besieged for decades. Terrorizing and massacring civilians is Israel's specialty. In response to a pause in Israeli war on Gaza — never a lasting halt to its aggression and state terror throughout the Territories — Biden delivered the following hollow remarks: "...Palestinians and Israelis equally deserve to live safely and securely and enjoy equal measures of freedom, prosperity and democracy (sic)." "My (regime) will continue our quiet, relentless diplomacy toward that (sic)." His regime blocked four Security Council statements for cessation of IDF terror-bombing and shelling of Gaza. The White House also approved supplying Israel with $735 million worth of precision-guided missiles to continue mass-murdering Palestinian civilians. Once again, the White House expressed full support for Israeli apartheid ruthlessness in less than so many words.

When US/Western officials express support for "Israel's right to defend itself (sic)," it's code language for giving a 'Go Ahead...' to its

aggression against Palestinians and neighboring states when preemptively attacking them. Earlier, the White House press secretary Psaki said the Netanyahu regime "achieved significant military objectives" against besieged Gazans.

In fact, the Jewish state's only 'enemies' are invented. The truth is that no real ones have existed since the October 1973 Yom Kippur war. So, Israel, the US and West invent them to let their war machines run wild in defiance of peace, stability and the rule of law they abhor, ignore and consistently breach.

During its 11-day bombing campaign, Israel murdered more than 250 Palestinians in Gaza and wounded thousands. Hundreds of millions of dollars are needed to rebuild what the Netanyahu regime destroyed or badly damaged, including housing for its residents, vital infrastructure, and restoration of terror-bombed medical facilities. Because electrical power was destroyed or badly damaged, Gaza's three main desalination plants providing services for more than 400,000 people have suspended operations. More than 100,000 cubic meters of untreated or partially treated wastewater are being discharged to the sea daily. In total, about 80,000 people now have no regular access to water. At least 75,000 Gazans were displaced and are now homeless or living in temporary accommodations because their residences were rendered "unfit for habitation" from terror-bombing.

To silence or obstruct truth-telling journalism about days of IDF aggression, the Netanyahu regime destroyed 33 media offices. It also terror-bombed the Qatari Red Crescent office in Gaza, causing major damage to its facility. At least 50 government-run schools were badly damaged. So were six hospitals, 11 other medical centers, dozens of mosques, businesses, factories, government buildings, and Gaza's agriculture sector. It'll take years and significant donor aid to rebuild and repair what Israeli terror-bombing destroyed or badly damaged.

Yet, whatever is achieved won't matter. It's just a matter of time before Israel's war machine assaults the Strip and its long-suffering people again. It's virtually guaranteed.

__Source__: ***Adapted from an article by Stephen Lendman; posted on stephenlendman.org***

ضرورت رشتہ

☆ شیخ قریشی فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم BS IT Hons، گورنمنٹ آفیسر، کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ اور لاہور کی رہائشی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0332-4345623

☆ لاہور کی آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، رفیق تنظیم اسلامی، عمر 25 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئرنگ، برسرروزگار کے لیے ترجیحاً لاہور کی رہائشی فیملی سے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0332-8116599

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹیوں، عمر 24 سال، تعلیم BFA ٹیکسٹائل ڈیزائننگ، قد 5.3 اور عمر 22 سال، تعلیم BS علوم اسلامیہ (جاری)، قد 5.4 شرعی پردہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ:0334-4162499

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی ایس سی کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ:0322-7926102

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ بلوچستان محبوب سبحانی علیل ہیں۔

☆ مقامی امیر ٹوبہ ٹیک سنگھ حافظ محمد نواز کی والدہ بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0304-6836071

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ
الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّاشِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّایُغَادِرُ سَقَمًا

اعتذار

قارئین نوٹ فرمالیں کہ شمارہ 19 کے اداریہ میں حضرت طالوت کی جگہ غلطی سے جالوت چھپ گیا ہے۔ اس غلطی پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No. 20

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore